ماہنامہ

# انصار اللہ

نومبر ۲۰۰۴ء

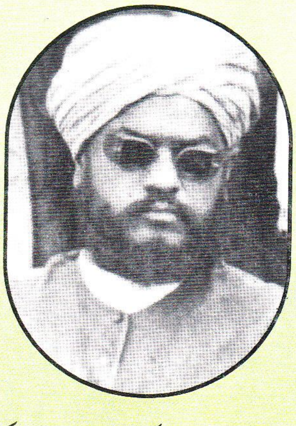
## اشاعت خصوصی

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر



حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام



حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی



حضرت حکیم مولانا نورالدین بھیروی (خلیفۃ المسیح الاوّل)

فارسی منظوم کلام

○

روایں سخن بگو بخداوندِ آمرم　　مامورم و مراچہ دریں کار اختیار

میں تو مامور ہوں مجھے اس کام میں کیا اختیار ہے۔ جا! یہ بات میرے بھیجنے والے خدا سے پوچھ

از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم　　اے آنکہ سُوئے من بدویدی بصد تبر

اے وہ جو میری طرف سینکڑوں کلہاڑے لے کر دوڑا آرہا ہے۔ اُس باغبان سے ڈر کیونکہ میں ایک پھل دار شاخ ہوں

گر بشنوم نگویمش آں را کجا برم　　حکم است ز آسماں بزمیں میرسانمش

آسمان کا حکم میں زمین تک پہنچاتا ہوں۔ اگر میں اُسے سنوں اور لوگوں کو نہ سناؤں تو اُسے کہاں لے جاؤں

ز اوّل چنیں مجوش ببیں تا بآخرم　　اَے قوم من بگفتۂ من تنگدل مباش

اے میری قوم میری باتوں سے آرزدہ نہ ہو، شروع میں ایسا جوش نہ دکھا۔ آخر تک میرا حال دیکھ

گر طاقتست محو کن آں نقش داورم　　من خودنگویم ایں کہ بلوحِ خدا ہمیں است

میں خود یہ بات نہیں کہتا بلکہ لوحِ محفوظ میں ہی ایسا لکھا ہے اگر تجھ میں طاقت ہے تو خدا کے لکھے ہوئے کو مٹا دے

یارب عنائتے کہ ازیں فکر مضطرم　　دَر تنگنائے حیرت و فکرم زِ قومِ خویش!

میں اپنی قوم کی وجہ سے حیرت اور فکر کی مصیبت میں ہوں اے میرے رب مہربانی فرما کہ میں اس پریشانی سے بے قرار ہوں۔

جز یک زبانِ شاں کہ نیرزد بیک درم　　نے چشم ماندہ است و نہ گوش و نہ نورِ دل

نہ اُن کی آنکھیں باقی ہیں نہ کان اور نہ دل کی روشنی۔ سوائے ایک زبان کے جس کی ایک درم بھی قیمت نہیں

درچشم شاں پلید تر از ہر مزوّرم　　بدگفتنم ز نوعِ عبادت شمردہ اند

ان لوگوں نے مجھے بُرا کہنا عبادت سمجھ رکھا ہے۔ ان کی نظروں میں مَیں ہر کذاب سے زیادہ پلید ہوں۔

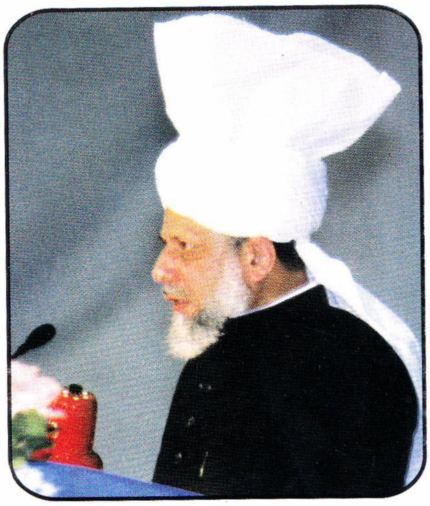
(ازالہ اوہام صفحہ ۸۱-۸۲۔ روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۱۸۱-۱۸۲)

Monthly **ANSARULLAH** November 2004

Ph: 04524-212982 Fax: 04524-214631 (Chenab Nagar Post Code 35460)

EDITOR : NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. #: CPL-34/CR-03



# سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا تعلیم القرآن کے بارے میں خصوصی ارشاد

حضور انور نے خطبہ جمعہ ۲۴ ستمبر ۲۰۰۴ء کے موقعہ پر فرمایا:

”.......ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔ پھر ترجمہ پڑھیں پھر حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر پڑھیں......“

”......ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہمیں جو کچھ بھی ملنا ہے قرآن کریم کی برکت سے ہی ملنا ہے اور برکت اس کے احکام پر عمل کرنے میں ہی ہے۔“

”.......بچوں کو بھی قرآن کریم پڑھنے کی عادت ڈالیں اور خود بھی پڑھیں۔ ہر گھر سے تلاوت کی آواز آنی چاہئے۔ پھر ترجمہ پڑھنے کی بھی کوشش کریں اور سب ذیلی تنظیموں کو اس سلسلے میں کوشش کرنی چاہئے۔ خاص طور پر **انصار اللہ** کو کیونکہ میرے خیال میں خلافت ثالثہ کے دور میں ان کے ذمہ یہ کام لگایا تھا۔ اسی لئے ان کے ہاں ایک قیادت بھی اس کے لئے ہے جو **تعلیم القرآن** کہلاتی ہے۔ اگر انصار پوری توجہ دیں تو ہر گھر میں باقاعدہ قرآن کریم پڑھنے اور اس کو سمجھنے کی کلاسیں لگ سکتی ہیں۔“

”......اللہ کرے کہ ہم خود بھی اور اپنے بیوی بچوں کو بھی اس طرف توجہ دلانے والے ہوں اور اپنے دلوں کو منور کرنے والے ہوں اور قبولیت دعا کے نظارے دیکھنے والے ہوں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ **انصار اللہ** کے ذمہ خلافت ثالثہ میں یہ لگایا گیا تھا کہ قرآن کریم کی تعلیم کو رائج کریں۔ قرآن کریم کی تلاوت کی طرف توجہ دیں۔ گھروں کو اس نور سے منور کریں۔ لیکن ابھی بھی جہاں تک میرا اندازہ ہے انصار اللہ میں بھی ۱۰۰ فیصد قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے نہیں ہیں۔ اگر جائزہ لیں تو یہی صورت حال سامنے آئے گی اور پھر یہ کہ اس کا ترجمہ پڑھنے والے ہوں.....“

(الفضل انٹرنیشنل لندن ۸ تا ۱۴ اکتوبر ۲۰۰۴ء)

# حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کا قیام سیالکوٹ ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء

# ماموریت کے بعد پہلا سفر سیالکوٹ ۱۸۹۲ء

## خدمت دین سے مزین احوال و واقعات کی روشنی میں

از: نصراللہ خان ناصر (ایڈیٹر)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ احمدیہؑ کو ماموریت سے قبل ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء کا عرصہ اپنے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحبؒ کے حکم کی تعمیل میں سیالکوٹ میں ملازمت اختیار کرنا پڑی اس طرح سیالکوٹ شہر کو تاریخ احمدیت میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ سیالکوٹ کی سرزمین نے مسیح ومہدی دوراں کے قدم چومے- قیام سیالکوٹ کے کچھ احوال ہدیہ قارئین ہیں-

**دینی غیرت:** شمس العلماء مولوی سید میر حسن کے ایک خط سے آپؑ کے حالات پر روشنی پڑتی ہے- اس خط کا جو حصہ ''الحکم'' میں شائع ہوا- وہ آپؑ کے سیالکوٹ میں روز وشب کے بعض اہم گوشے سامنے لاتا ہے- سیّد میر حسن صاحب لکھتے ہیں:

> ''حضرت مرزا صاحب پہلے محلّہ کشمیریاں میں جو اس عاصی پُر معاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے- عمرا نامی کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے- کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہو جاتے تھے- بیٹھ کر کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے- ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی- حسبِ عادتِ زمانہ صاحبِ حاجات جیسا کہ اہل کاروں کے پاس جاتے ہیں- ان کی خدمت میں بھی آ جایا کرتے تھے- اسی عمرا مالک مکان کے بڑے بھائی فضل الدین نام کو جو فی الجملہ محلّہ میں موقر تھا آپؑ بلا کر فرماتے- ''میاں فضل الدین ان لوگوں کو سمجھا دو کہ یہاں نہ آیا کریں نہ اپنا وقت ضائع کیا کریں اور نہ میرے وقت کو برباد کیا کریں- میں کچھ نہیں کر سکتا- میں حاکم نہیں ہوں- جتنا کام میرے متعلق ہوتا ہے کچہری میں ہی کر آتا ہوں-'' فضل الدین ان لوگوں کو سمجھا کر نکال دیتے- مولوی عبدالکریم صاحب بھی اسی محلّہ میں پیدا ہوئے اور جوان ہوئے- جو آخر میں مرزا صاحب کے خاص مقربین میں

شمار کئے گئے۔

اس کے بعد وہ مسجد جامع کے سامنے ایک بیٹھک میں بمعہ منصب علی حکیم رہا کرتے تھے جو وثیقہ نویسی کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ بیٹھک کے قریب ایک شخص فضل دین نام بوڑھے دکاندار تھے جو رات کو بھی دکان پر ہی رہا کرتے تھے۔ ان کے اکثر احباب شام کے بعد ان کی دکان پر آجاتے تھے۔ چونکہ شیخ صاحب پارسا آدمی تھے اس لئے جو شام کے بعد آتے سب اچھے ہی آدمی ہوتے تھے۔ کبھی کبھی مرزا صاحب بھی تشریف لایا کرتے تھے اور گاہ گاہ نصر اللہ نام عیسائی جو ایک مشن اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے آجایا کرتے تھے۔ مرزا صاحب اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی اکثر بحث مذہبی اُمور میں ہوجاتی تھی۔ مرزا صاحب کی تقریر سے حاضرین مستفید ہوتے تھے۔

مولوی محبوب عالم صاحب ایک بزرگ نہایت پارسا اور صالح اور مرتاض شخص تھے۔ مرزا صاحب ان کی خدمت میں بھی جایا کرتے تھے اور لالہ بھیم سین صاحب وکیل کو بھی تاکید فرماتے تھے کہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرو۔ چنانچہ وہ بھی مولوی صاحب کی خدمت میں کبھی کبھی حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب کبھی بیعت اور پیری مریدی کا تذکرہ ہوتا تو مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو خود سعی اور محنت کرنی چاہئیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والَّذِیْنَ جاھدوا فینا لنھدینّھم سُبُلنا۔ مولوی محبوب عالم صاحب اس سے کشیدہ ہوجایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بیعت کے بغیر راہ نہیں ملتی۔

دینیات میں مرزا صاحب کی سبقت اور پیشروی تو عیاں ہے مگر ظاہری جسمانی دوڑ میں بھی آپؑ کی سبقت اس وقت کے حاضرین پر صاف ثابت ہوچکی تھی۔ اس کا مفصّل حال یوں ہے کہ ایک دفعہ کچہری برخاست ہونے کے بعد جب اہل کار گھروں کو واپس ہونے لگے تو اتفاقاً تیز دوڑنے اور مسابقت کا ذکر شروع ہوگیا۔ ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں بہت دوڑ سکتا ہوں۔ آخر ایک شخص بلّا سنگھ نام نے کہا کہ میں سب سے دوڑنے میں سبقت لے جاتا ہوں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ دوڑو تو ثابت ہوجائے گا کہ کون بہت دوڑتا ہے۔ آخر شیخ الہ داد صاحب منصف مقرر ہوئے اور یہ امر قرار پایا کہ یہاں سے شروع کر کے اس پل تک جو کچہری کی سڑک اور شہر میں حدِ فاصل ہے ننگے پاؤں دوڑو۔ جوتیاں ایک آدمی نے اٹھالیں اور پہلے ایک شخص اس پل پر بھیجا گیا تاکہ وہ شہادت دے کہ کون سبقت لے گیا اور پہلے پُل پر پہنچا۔ مرزا صاحب اور بلّا سنگھ ایک ہی وقت میں دوڑے اور باقی آدمی معمولی رفتار سے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب پُل پر پہنچے تو ثابت ہوا کہ حضرت مرزا صاحب سبقت لے

گئے اور بلّا سنگھ پیچھے رہ گیا۔'' (راقم ۔میر حسن صفحہ ۳۴)

**کلام الٰہی سے فراز ہونا:** حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ کا سلسلہ اوائل عمر ہی سے جاری تھا۔ سیالکوٹ میں آپؑ کے قیام کے دوران میں بھی اس کے کئی ایک مظاہر دیکھنے میں آئے اور اللہ تعالیٰ نے رویائے صالحہ کے ذریعے کئی ایک امور کی آپؑ کو قبل از وقت اطلاع دے دی۔

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں:

''سیالکوٹ کے ایام بود وباش میں آپؑ نے ایک دفعہ امتحان مختاری کا ارادہ کیا۔ اس کی وجہ زیادہ تر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہلکاروں کی زندگی کو آپؑ دیکھتے تھے کہ وہ بہت کچھ قابل اعتراض اور لائق اصلاح ہے......اس لئے آپؑ کا خیال تھا کہ ایک آزاد پیشہ کی طرف توجہ کرنا مفید ہوگا اور اس پیشہ کے ذریعہ مظلوموں کی حمایت کی جاسکے گی۔ آپؑ کے ایام طالب علمی کے رفقاء میں سے سیالکوٹ میں ایک کائستھ صاحب لالہ بھیم سین بھی تھے۔ وہ بٹالہ میں آپؑ کے ہم مکتب تھے اور ایک ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر لالہ مٹھن لال صاحب کے رشتہ دار تھے اور اس وجہ سے حضرت مرزا صاحب کے خاندان سے انہیں پرانا تعلق تھا۔ لالہ بھیم سین صاحب حضرت مرزا صاحب کے اعلیٰ اخلاق اور نیکیوں کے گرویدہ اور معتقد تھے۔ پنجاب میں چیف کورٹ کا نیا نیا افتتاح ہوا تھا اور امتحان وکالت کے لئے ابتدائی آسامیاں میسر تھیں اور بعض اہلکاروں کو قبل از امتحان بھی قانونی پریکٹس کی صاحب ڈپٹی کمشنر کی سفارش پر اجازت دے دی جاتی تھی۔ ...... انہوں نے حضرت مرزا صاحب کو بھی تحریک کی کہ وہ امتحان وکالت دے دیں۔ غرض اس تحریک یا اور اسباب کی بناء پر حضرت مرزا صاحب بھی شامل امتحان ہوئے مگر قبل اس کے جو نتیجہ شائع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو نتیجہ امتحان سے آگاہ فرمادیا۔ حضرت مرزا صاحب نے رؤیا میں دیکھا کہ امتحان کے جو پرچے تقسیم ہوئے ہیں وہ دو قسم کے کاغذات پر ہیں زرد اور سُرخ۔ تمام امیدواروں کو زرد پرچے تقسیم ہوئے ہیں اور لالہ بھیم سین کو سرخ رنگ کا پرچہ حضرت مرزا صاحب نے اس کی یوں تعبیر کی کہ لالہ بھیم سین پاس ہوجائیں گے گویا سُرخ رُو ہوں گے اور زرد رنگ سے ناکامی کی تعبیر کی۔ امتحان کے کمرہ میں بعض حالات اور واقعات ایسے پیش آئے تھے کہ قریب تھا کہ وہ امتحان منسوخ ہو جائے لیکن آخر جب نتیجہ نکلا تو وہ عین خواب کے مطابق تھا۔ لالہ بھیم سین کو حضرت مرزا صاحب کی خوبیوں اور فضائل کا پہلے ہی اعتراف تھا اور ان کی رؤیا کو رؤیا صالحہ یقین کرتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب ایک مرتاض زندگی بسر کرنے والے بزرگ ہیں۔ اس واقعہ نے انہیں اور بھی معتقد بنادیا۔ (۳۵)

**الٰہی حفاظت**: اسی طرح سیالکوٹ میں دورانِ قیام آپؑ کو راجہ تیجا سنگھ کی موت کی خبر بھی خواب کے ذریعہ دی گئی۔ چنانچہ اس بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:

''انہی وکیل صاحب یعنی لالہ بھیم سین کو جو سیالکوٹ میں وکیل ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے خواب کے ذریعہ سے راجہ تیجا سنگھ کی موت کی خبر پا کر ان کو اطلاع دی کہ وہ راجہ تیجا سنگھ جن کو سیالکوٹ کے دیہات جاگیر کے عوض میں تحصیل بٹالہ میں دیہات معہ اس کے علاقہ کی حکومت کے ملے تھے۔ فوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس خواب کو سُن کر بہت تعجب کیا۔ اور جب قریب دو بجے بعد دوپہر کے وقت ہوا تو مسٹر پرنسپ صاحب کمشنر امرتسر ناگہانی طور پر سیالکوٹ میں آ گئے اور انہوں نے آتے ہی مسٹر مکنیب صاحب ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کو ہدایت کی کہ راجہ تیجا سنگھ کے باغات وغیرہ کی جو ضلع سیالکوٹ وغیرہ میں ہیں بہت جلد ایک فہرست تیار ہونی چاہئے کیونکہ وہ کل بٹالہ میں فوت ہو گئے۔ تب لالہ بھیم سین نے اس خبر موت پر اطلاع پا کر نہایت تعجب کیا کہ کیونکر قبل از وقت اس کے مرنے کی خبر ہو گئی اور یہ نشان آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں درج ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۵۶۔

**الٰہی تائیدات کے نشان**: سیالکوٹ کے عرصہ قیام کے دوران میں بعض ایسے حالات بھی رونما ہوئے جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر آپؑ کی حفاظت کا انتظام بھی کر رکھا تھا۔ اس سلسلے میں کئی ایک واقعات ہیں جو اپنے اندر ایک نشان کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔ ایک بار کسی دوست نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہو جانے کے متعلق اپنے خط میں لکھا کہ آیا وہ فی الواقع آگ تھی یا اس سے مراد فتنہ و فساد کی آگ تھی۔ فرمایا:

''فتنہ و فساد کی آگ تو ہر نبی کے مقابل پر ہوتی ہے۔ اور وہی ہمیشہ ایسا رنگ پیدا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک معجزنما اپنے نبی کی تائید میں اس کے بالمقابل دکھاتا ہے۔ ظاہری آتش کا حضرت ابراہیم پر فرو کر دینا اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی مشکل امر نہیں اور ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کے متعلق ان واقعات کی اب بہت تحقیقات کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہزاروں سال کی بات ہے۔ ہم خود اس زمانہ میں ایسے واقعات دیکھ رہے ہیں اور اپنے اوپر تجربہ کر رہے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ میں سیالکوٹ میں تھا تو ایک دن بارش ہو رہی تھی جس کمرہ کے اندر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس میں بجلی آئی۔ سارا کمرہ دھوئیں کی طرح ہو گیا اور گندھک کی سی بُو آتی تھی لیکن ہمیں کچھ ضرر نہ پہنچا۔ اسی وقت وہ بجلی ایک مندر میں گری جو کہ تیجا سنگھ کا مندر تھا اور اس میں ہندوؤں کی رسم کے موافق طواف کے واسطے پیچ در پیچ اردگرد دیوار بنی ہوئی تھی اور اندر ایک شخص بیٹھا تھا۔ بجلی تمام چکروں سے ہو کر اندر

جا کر اس پر گری اور وہ جل کر کوئلہ کی طرح سیاہ ہو گیا۔ دیکھو وہی بجلی آگ تھی جس نے اس کو جلا دیا مگر ہم کو کچھ ضرر نہ دے سکی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی۔ ایسا ہی سیالکوٹ کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رات مَیں ایک مکان کی دوسری منزل میں سویا ہوا تھا اور اسی کمرہ میں میرے ساتھ پندرہ یا سولہ آدمی اور بھی تھے۔ رات کے وقت شہتیر میں ٹک ٹک کی آواز آئی۔ میں نے آدمیوں کو جگایا کہ شہتیر خوفناک معلوم ہوتا ہے۔ یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کوئی چوہا ہو گا خوف کی بات نہیں اور یہ کہہ کر سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ویسی آواز آئی۔ تب میں نے اُن کو دوبارہ جگایا مگر پھر بھی انہوں نے کچھ پروانہ کی۔ پھر تیسری بار شہتیر سے آواز آئی تب مَیں نے ان کو سختی سے اٹھایا اور سب کو مکان سے باہر نکالا جب سب نکل گئے تو خود بھی وہاں سے نکلا۔ ابھی دوسرے زینہ پر تھا کہ وہ چھت نیچے گری اور وہ دوسری چھت کو ساتھ لے کر نیچے جا پڑی اور سب بچ گئے۔ یہ خدا تعالیٰ کی معجزنما حفاظت ہے۔ جب تک ہم وہاں سے نکل نہ آئے شہتیر گرنے سے محفوظ رہا۔''

## خدمتِ خلق کا جذبہ:

خدمتِ خلق کا جذبہ بھی آپؑ کے دل میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ مہینہ بھر ملازمت کرنے کے بعد جو تنخواہ آپؑ دفتر سے لاتے اس میں سے خوراک وغیرہ کا معمولی خرچ رکھ کر باقی رقم میں سے محلّہ کی بیواؤں اور محتاجوں کو کپڑے بنوا دیتے یا نقدی کی صورت میں تقسیم فرما دیتے۔ علمِ طبّ سے بھی آپؑ کو کافی واقفیت تھی جو مریض آتا۔ آپؑ اس کا علاج بھی کرتے اور اس کی شفاء کے لئے خدا تعالیٰ سے دُعا بھی کرتے۔

سیالکوٹ کی ملازمت کے دوران میں ایک مرتبہ آپؑ کی والدہ محترمہ نے قادیان کے ایک حجام حیات نامی کے ذریعہ آپؑ کو چار جوڑے کپڑوں کے بھجوائے۔ آپؑ کی فیاض طبیعت نے ان جوڑوں میں سے ایک جوڑا اس حجام کے حوالہ کر دیا۔ حالانکہ وہ خاص اہتمام سے آپؑ ہی کے لئے تیار کروائے گئے تھے۔ اس حجام نے برسبیلِ تذکرہ آپؑ سے ملازمت کے متعلق عرض کیا کہ کیا آپؑ کو یہ ملازمت پسند ہے؟ فرمایا ''قید خانہ ہی ہے۔''

**ردّ عیسائیت میں کردار:** حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی فطرت میں دین کے حق میں اور عیسائیت کے خلاف ایک غیر معمولی جوش پایا جاتا تھا۔ پنجاب کے عیسائی مشنوں میں سیالکوٹ مشن کو ایک نمایاں خصوصیت حاصل تھی کیونکہ یہ مشن خاص سکیم کے ماتحت جاری ہوا تھا۔ مسلمان عیسائیوں کے حملوں سے ناواقف تھے اور اکثر ان سے شکست کھاتے تھے۔ لیکن حضرت

بانئ سلسلہ احمدیہ کی جب بھی عیسائیوں سے گفتگو ہوئی تو وہ آپؑ کے دلائل کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ آپؑ نے سیالکوٹ میں عیسائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اس خوبی اور سنجیدگی کے ساتھ روکا کہ اپنے اور بیگانے سب آپؑ کے شیدائی ہو گئے۔

**استغناء اور توکل علی اللہ:** حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے ملازمت کے دوران میں خودداری اور استغنا کا بے مثال نمونہ پیش فرمایا۔ ان دنوں سیالکوٹ کے دفاتر کا سپرنٹنڈنٹ ایک شخص پنڈت سہج رام تھا جو ایک متعصب ہندو دشمن اسلام تھا۔ وہ آپؑ سے ہمیشہ مذہبی مباحثہ کیا کرتا تھا۔ اُسے یہ دھوکا لگا ہوا تھا کہ حضرت مرزا صاحب میرے ماتحت ایک سررشتہ میں اہلکار ہیں اس لئے مذہبی مباحثات میں وہ مجھ سے دَب جائیں گے اور میری وجاہت کی وجہ سے وہ حق گوئی سے باز رہیں گے۔ لیکن آپؑ جو حق گوئی کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ نہایت دلیری اور آزادی سے اُسے ایسے دندان شکن جواب دیتے کہ اُسے نادم اور لاجواب ہونا پڑتا۔ چنانچہ وہ اپنی ندامت اور لاجوابی کا غصہ آپؑ کے کام میں تعصب کے اظہار سے نکالتا اور آپؑ پر کمینہ سے کمینہ حملہ کرنے سے نہ ٹلتا۔ ڈپٹی کمشنر تک نوبت پہنچی تو وہاں بھی اُسے منہ کی کھانا پڑتی اور سوائے ندامت کے کچھ ہاتھ نہ آتا۔ آپؑ اپنے فرائض منصبی کو نہایت دیانتداری اور محنت سے ادا کرتے اور اپنے افسران بالا کی بے جا خوشامد اور درباری داری کو اپنی وضع داری اور مومنانہ غیرت کے خلاف سمجھتے تھے۔ آپؑ کے مخلص دوست لالہ بھیم سین صاحب نے آپؑ کو مشورہ دیا کہ مذہبی مباحثوں میں سہج رام کا مقابلہ نہ کیا کرو بلکہ طرح دے جایا کرو کہ ترقی اور کامیابی بظاہر اس شخص کے ہاتھ میں ہے۔ مگر آپؑ جیسا موحد اور خدا پرست انسان، جو خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین اور ایمان رکھتا تھا۔ بھلا ان مصلحتوں کو خاطر میں کہاں لاتا تھا۔ بعد میں آپؑ نہایت عزت اور وقار کے ساتھ ملازمت سے استعفیٰ دے کے قادیان تشریف لے آئے اور لالہ سہج رام سیالکوٹ سے امرتسر تبدیل ہو کر چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو کشف کے رنگ میں ایک عجیب عالم میں اس کی موت کی خبر دی۔ آپؑ اس کشف کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ’’میرے ایک بڑے بھائی تھے انہوں نے تحصیلداری کا امتحان دیا تھا اور امتحان میں پاس ہو گئے تھے اور وہ ابھی گھر میں قادیان میں تھے اور نوکری کے امیدوار تھے۔ ایک دن میں اپنے چوبارہ میں عصر کے وقت قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے قرآن شریف کا دوسرا صفحہ الٹانا چاہا تو اسی حالت میں میری آنکھ کشفی رنگ پکڑ گئی۔ اور میں نے دیکھا کہ سہج رام سیاہ کپڑے پہنے ہوئے اور عاجزی کرنے والوں کی طرح دانت نکالے ہوئے میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔ جیسا کہ کوئی کہتا ہے کہ میرے پر رحم کرا دو۔ میں نے اس کو کہا کہ اب رحم کا وقت نہیں اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ اسی وقت یہ شخص فوت ہو گیا ہے اور کچھ خبر نہ تھی۔ بعد اس کے میں نیچے اُترا اور میرے بھائی کے پاس چھ سات آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی نوکری کے بارہ میں باتیں کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ اگر پنڈت سہج رام فوت ہو جائے تو وہ عہدہ بھی عمدہ ہے۔ اُن سب نے میری بات سُن کر قہقہہ مار کر ہنسی کی

کہ کیا چنگے بھلے کو مارتے ہو۔ دوسرے دن یا تیسرے دن خبر آ گئی کہ اُسی گھڑی سہج رام ناگہانی موت سے اس دنیا سے گزر گیا۔‘‘

**ماموریت کے بعد پہلا سفر سیالکوٹ ۱۸۹۲ء:** حضرت مسیح موعودؑ اپنے دعویٰ ماموریت کے بعد ۲۰ رجنوری ۱۸۹۲ء کو جب لاہور تشریف لائے تو سیالکوٹ کی جماعت نے آپؑ کو سیالکوٹ تشریف لانے کی دعوت دی اور اس غرض کے لئے خاص طور پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب...... کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ آپؑ نے ان کی اس دعوت کو قبول فرمالیا اور فروری ۱۸۹۲ء کے دوسرے ہفتے میں سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اور حضرت حکیم میر حسام الدین صاحب...... کے مکان پر قیام فرمایا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنے عہد جوانی میں بہ سلسلہ ملازمت چار سال تک سیالکوٹ میں قیام فرما چکے تھے۔ اور یہاں سے کافی مانوس تھے اور سیالکوٹ کے لوگ بھی آپؑ کی پاکیزہ زندگی اور غیرتِ دینی کے مظاہروں کو دیکھ چکے تھے۔ اس لئے وہ بھی آپؑ کو خاص عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائی اساتذہ میں سے ایک استاد مولوی فضل احمد صاحب مرحوم کے فرزند حضرت مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب، جو سیالکوٹ کے علماء میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور صدر بازار کی جامع ...... کے امام تھے بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب...... سیالکوٹی جو سیالکوٹ کے مشہور خطیب اور غیرتِ دینِ حق کے پیکر تھے۔ وہ پہلے ہی آپؑ کے دعویٰ کو تسلیم کر چکے تھے۔ حضرت حکیم میر حسام الدین صاحب کی شخصیت بھی تعارف کی محتاج نہ تھی۔ ان ہر سہ بزرگوں کی وجہ سے بھی سیالکوٹ کے لوگ آپؑ سے خاص طور پر متاثر تھے۔ حضرت حکیم صاحب کا سارا خاندان سلسلہ میں داخل ہو گیا اور عرصہ قیام سیالکوٹ میں انہیں شاندار خدمات سرانجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے قیام سیالکوٹ کے دوران میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی اپنے مخالفانہ مشن کو پورا کرنے کے لئے سیالکوٹ پہنچ گئے جب کہ آپؑ واپسی کا عزم فرما چکے تھے۔ اس سے قبل مولوی صاحب لدھیانہ میں شکست کھا چکے تھے۔ چنانچہ اپنی اس شکست کی تلافی کے لئے انہوں نے چند لوگوں کو حضرت اقدسؑ کے پاس مباحثہ کا پیغام دے کر بھیجا۔ آپؑ نے ان لوگوں کے سامنے مباحثہ لدھیانہ اور واقعاتِ دہلی کا ذکر کر کے فرمایا کہ اب تو مولوی صاحب مجھ پر کفر کا فتویٰ بھی لگا چکے ہیں۔ اب مناظرہ کا کیا فائدہ! اب تو انہیں چاہئے کہ قرآن کریم کے مقرر کردہ معیاروں کے مطابق ’’آسمانی فیصلہ‘‘ کے لئے اپنے معاون علماء کی جماعت کو ساتھ لے کر میدان میں آئیں اور پھر دیکھیں کہ نصرت الٰہی اور تائیداتِ سماویہ کس کا ساتھ دیتی ہیں۔ اگر میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ خود مجھے ہلاک کر دے گا، لیکن اگر میں سچا ہوا تو یہ علماء اپنے مقاصد میں ناکامیاب ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ہر قدم پر میری نصرت کرے گا اور میری قبولیت کو آفاقِ عالم میں پھیلا دے گا۔

**آنکھوں دیکھا حال:** ’’مجدد اعظم‘‘ کے مؤلف سیالکوٹ میں حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کا آنکھوں دیکھا حال بیان

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت اقدس مرزا صاحب فروری ۱۸۹۲ء میں سیالکوٹ میں رونق افروز ہوئے۔ اور شہر میں حکیم حسام الدین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ شہر میں غل مچ گیا۔ میں بمعہ ایک دوست کے تیسرے پہر آپؑ کو دیکھنے کے لئے شہر گیا۔ اس وقت حکیم حسام الدین صاحب کے کوچہ میں لوگوں کا بے حد اژدھام تھا۔ ہم دونوں نوجوان لڑکے تھے۔ گھستے گھستے آخر اس قطار تک پہنچ گئے جو عین دروازہ کے سامنے کھڑی تھی۔ حضرت اقدس ایک دروازہ سے نکلے اور کوچہ عبور کر کے دوسرے مکان کے دروازہ میں چلے گئے۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ ایک نور کا جھکڑ انظروں کے سامنے آ کر یکا یک گم ہو گیا۔ میں اپنے تخیل میں کسی بزرگ کی مقدس شکل کا جو بہتر سے بہتر تصور قائم کیا کرتا تھا۔ یہ ویسا ہی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ تھا۔ میرے دل پر اتنا اثر ہوا کہ میں نے اپنے دوست سے کہا کہ یہ نورانی شکل جھوٹے کی نہیں ہو سکتی۔ یہ شخص سچا ہے۔ اس کے بعد ہم حکیم حسام الدین والی مسجد کے اندر گئے اور حضرت اقدس نے عصر کی نماز پڑھائی اور ہم نے بھی آپؑ کے اقتدا میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپؑ مسجد کے درمیانی در میں جنوبی ستون کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئے۔ اور مسجد کا اندر اور صحن سب لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ صحن کے سامنے کی طرف ایک شہ نشین تھا۔ اس پر میں اور مولوی عبدالکریم صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ میری نظریں حضرت اقدس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اتنے میں مولوی عبدالکریم صاحب بولے کہ دیکھو چہرہ پر کس قدر نور برس رہا ہے۔ میں نے کہا واقعی اس قدر نورانی چہرہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ لوگ مختلف مذہبی سوالات کرتے تھے۔ جن کا آپؑ ایسا معقول جواب دیتے تھے کہ نہ صرف دل کو لگتے تھے بلکہ مجھے نہایت تعجب ہوتا تھا وجہ یہ کہ مذہبی لوگوں سے ایسی معقول باتیں میں نے کبھی نہیں سنی تھیں۔ کسی شخص نے ایک مرگی زدہ کی شفا کے لئے دعا بھی کروائی چنانچہ آپؑ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اتنے میں مولوی عبدالکریم صاحب نے نزدیک ہو کر دریافت کیا کہ حضرت عرش کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا اس سے مراد سلطنت اور نفاذ امر بھی ہیں لیکن اہل حال اور صاحب باطن لوگوں کی نظر میں یہ وہ مقام ہے جہاں مادی اور روحانی ہر طرح کی مخلوق کی حد ختم ہوتی ہے۔ اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہی جلوہ گر ہے غرضیکہ آپؑ نے عرش پر ایسی لطیف تقریر فرمائی کہ سننے والوں کو وجد آ گیا۔ شام ہو گئی۔ نماز مغرب کے بعد میں بمعہ اپنے دوست کے واپس چلا آیا۔ ہم دونوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ شخص صادق ہے۔ دوسرے دن ہم دونوں آدمی نماز ظہر کے وقت گئے۔ حضرت اقدس نے نماز ظہر کے بعد ایک تقریر کی جس میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر فرمائی جو ایسی لطیف اور پر از معارف تھی کہ ہم دونوں عَش عَش کر اٹھے۔ اس

سے قبل یہ حقائق و معارف کہاں سنے تھے۔ بہت عالموں کے وعظ سنے تھے مگر یہاں بات ہی کچھ اور تھی۔ اُن دنوں آریہ سماج کا بڑا زور تھا۔ اس تقریر کے دوران میں ہمارے لئے ایک نئی بات یہ بھی ہوئی کہ حضرت صاحب نے آریہ سماج کے ایسے پرخچے اُڑائے کہ آریہ سماج کا جتنا رُعب ہمارے جیسے نوعمر طالب علموں پر تھا وہ سب ھباءً منثوراً ہو گیا اور (دینِ حق) کی عظمت اور شوکت نظروں کے سامنے ہویدا ہو گئی۔ تقریر کے بعد چند جٹ زمیندار حضرت اقدس کے گرد جمع ہو کر کچھ زور زور سے باتیں کرنے لگے جنہیں بھیڑ کی وجہ سے میں سمجھ نہ سکا۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال مشہور شاعر اس زمانہ میں میرے ہم جماعت تھے۔ یہ مسجد کی ڈیوڑھی کی چھت پر چڑھے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے ''دیکھو شمع پر کس طرح پروانے گر رہے ہیں'' ان دنوں انہیں حضرت اقدس سے بہت ارادت تھی۔ چنانچہ شہر سیالکوٹ کے ایک شاعر نے ...... جب ایک نظم حضرت اقدس کی ہجو میں لکھی تو ڈاکٹر اقبال نے اس کا جواب نظم میں ہی لکھا اور اس میں حضرت اقدس کی بڑی تعریف لکھی۔ خیر ادھر حضرت اقدس کی دعوت و تبلیغ جاری تھی جو مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب پہنچ گئے۔ پنجاب میں اہل حدیث کے یہ چوٹی کے علماء میں گنے جاتے تھے۔ ان صاحب نے جابجا مسجدوں میں تقریریں کیں اور اس میں حضرت اقدس کے خلاف اس قدر بہتان طرازیاں کیں کہ آج مجھے یاد کر کے تعجب اور افسوس ہوتا ہے کہ مولوی کہلا کر اس شخص نے کس قدر لوگوں کو مغالطے دیئے اور کتنے لوگوں کو گمراہ کیا۔ صدر بازار سیالکوٹ کی بڑی مسجد میں اس کے وعظ میں مَیں بھی موجود تھا۔ حضرت اقدس کی کتابوں کے حوالوں کو جس طرح غلط طریق پر اس نے پیش کر کے لوگوں کو اشتعال دلایا اُسے یاد کر کے حیرت ہوتی ہے۔ کہ مولوی ہو کر عین خانہ خدا میں یہ شخص کس قدر افتراپردازیاں کرتا رہا۔ اس کے بعد مولوی صاحب موصوف نے اشتہار بازی شروع کر دی۔ حضرت اقدس نے بھی اشتہار کے ذریعہ جواب دیا۔ مباحثہ تو کیا ہونا تھا البتہ شہر کی پرامن فضا کو اس شخص نے اس قدر مکدّر کر دیا کہ سخت فساد کا احتمال پیدا ہو گیا۔ مگر ان مولوی صاحب کی ساری تگ و دو کے باوجود سیالکوٹ میں لوگوں نے کثرت سے بیعت کی اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ سیالکوٹ وہ شہر تھا جہاں اس سے قبل حضرت اقدس اپنی جوانی کے زمانہ میں رہ چکے تھے۔ اس لئے لوگ آپؑ کی پچھلی زندگی سے واقف تھے اور آپؑ کی راستبازی اور للّٰہیت کا ان کے دلوں پر اثر تھا۔ چندروز سیالکوٹ رہ کر حضرت اقدس واپس تشریف لے گئے۔''

سیالکوٹ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تیسری بار ۲۷؍اکتوبر ۱۹۰۴ء کو تشریف لائے جس کی روئیداد آئندہ صفحات میں دی جا رہی ہے۔



دائیں طرف سے (کھڑے ہوئے) ۱۔؟ ۲۔؟ ۳۔؟ ۴۔ شیخ غلام حسین۔ حاجی پورہ سیالکوٹ ۵۔ میاں بشارت احمد صاحب کلرک ڈاکخانہ سیالکوٹ ۶۔ سید ارشاد شاہ صاحب سیالکوٹی ۷۔؟ ۸۔ حضرت حکیم فضل دین بھیروی صاحب ۹۔ میاں غلام محمد صاحب کاتب
۱۰۔ شیخ محمد اکبر صاحب حاجی پورہ سیالکوٹ ۱۱۔ میاں خدا بخش صاحب سیالکوٹ چھاؤنی ۱۲۔ شیخ مولا بخش سیالکوٹی۔ (کرسیوں پر) ۱۔؟ ۲۔؟ ۳۔ حضرت منشی اللہ دتہ صاحب سیالکوٹ موری دروازہ ۴۔ حضرت میاں نظام دین صاحب سیالکوٹ
۵۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ۶۔ حضرت حکیم حسام الدین صاحب (گود میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) ۷۔ میاں فضل دین صاحب زرگر سیالکوٹی (گود میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب) (فرش پر) ۱۔؟ ۲۔ مستری
شہاب الدین صاحب جموں ۳۔ منشی محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹی ۴۔ [illegible]

# اشتہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

## حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود کا لیکچر

............

یہ لیکچر ۲؍نومبر ۱۹۰۴ء کو بدھ کے دن صبح سات بجے بمقام سیالکوٹ سرائے مہاراجہ صاحب بہادر والیٔ جموں وکشمیر منایا جائے گا۔ مولوی عبدالکریم صاحب اس لیکچر کو پڑھ کر سنائیں گے۔ اور حضرت مرزا صاحب خود بھی تشریف فرما ہوں گے۔ حضرات سامعین کو چاہیئے کہ ٹھیک وقت پر تشریف لاویں۔ کسی صاحب کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ نہایت متانت اور خاموشی سے لیکچر کو سُننا ہوگا۔

المشتہران

حکیم میر حسام الدین۔ چوہدری محمد سلطان میونسپل کمشنر

آغا محمد باقر خان آنریری مجسٹریٹ

چوہدری نصراللہ خاں پلیڈر، چوہدری محمد امین پلیڈر

# حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا سفر سیالکوٹ ۱۹۰۴ء

## مبارک سفر کا چشمدید اور ایمان افروز تذکرہ — مختلف مقامات پر استقبال اور دعوت الی اللہ کے ثمر آور واقعات

## سفر سیالکوٹ کی روئیداد ۲۷/ اکتوبر ۱۹۰۴ء

''**نوٹ از ایڈیٹر اخبار الحکم**: حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم نے حضرت اقدسؑ کے سفر سیالکوٹ کی روئیداد تحریر کرتے ہوئے فرمایا۔

''......ہم کوشش کریں گے کہ اس مضمون میں نری لفاظی اور رنگ آمیزی سے کام نہ لیا جاوے بلکہ ان باتوں کو چھوڑ کر اظہار حقائق کی سعی کی جاوے اور جہاں تک ممکن ہو اس کے لئے سادہ سے سادہ اور سلیس سے سلیس طرز بیان اختیار کیا جاوے۔ کیونکہ حقائق کے بیان کے واسطے کیسے ہی سیدھے سادھے الفاظ بھی کیوں نہ استعمال کئے جاویں ان کے اندر جو دلکشی اور قوت جذب ہوتی ہے وہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کئے بغیر نہیں چھوڑتی اس کا اثر دیرپا اور عمدہ نتائج کا موجب بنتا ہے برخلاف اس کے الفاظ کی پیچا پیچی میں بعض اوقات نفس مضمون کا خون ہو جاتا ہے۔ اور بلند نظری اور غور کن طبیعت پیدا نہیں ہوتی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس انٹروڈکٹری نوٹ کے لکھنے میں ہم نفس مضمون سے دور جا رہے ہیں۔ یا نفس مضمون کی طرف دور چلے گئے ہیں اس لئے اب اس کو یہیں ختم کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق پر بھروسہ کرتے ہوئے اصل مضمون کو شروع کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

''**سفر اور مسیح موعودؑ**: اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ......کی عادت اور فطرت کی افتاد کچھ ایسی واقعہ ہوئی تھی کہ آپ کنج تنہائی کو ہمیشہ پسند فرماتے رہے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے بارہا فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے کھینچ کر باہر نہ نکالتا تو میں اسی گوشہ تنہائی کو بساغنیمت سمجھتا تھا اور میری ساری راحت اور خوشی اسی میں تھی لیکن جب اصلاح خلق کا بار عظیم آپ کے دوش مبارک پر رکھا گیا تو آخر آپ کو مخلوق کی طرف نزول کرنا پڑا۔

تاہم حضورؑ بہت ہی کم سفر کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ دنیا کے مشہور پیروں یا فقیروں کا قاعدہ ہے کہ سالانہ یا ششماہی ٹیکس وصول کرنے کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ حضور کے مقاصد سے یہ امر بہت ہی دور واقع ہوا ہے بلکہ جہاں تک ہمارا علم ہے اس وقت تک حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود نے ان سفروں کے ماسوا جو دعویٰ مسیحیت کے اوائل میں امرتسر، لودہانہ، دہلی، لاہور، سیالکوٹ، پٹیالہ وغیرہ کے کئے تھے۔ دس بارہ سال کے اندر آپ قادیان سے باہر نہیں نکلے۔ یا

بالفاظِ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ چونکہ آپ کی ہر ادا ہر حرکت وسکون اللہ تعالیٰ کی خفی وحی کے ماتحت ہے جب تک اذنِ الٰہی کسی سفر کے لئے نہیں ہوا آپ دارالامان سے باہر نہیں گئے ہم جب ان ذرائع تبلیغ پر نظر کرتے ہیں جو حضورؑ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں تو......اس عظیم الشان بزرگ کی عظمت اور فضیلت دل میں بیٹھ جاتی ہے۔

المختصر: حضرت مسیح موعودؑ کم سفر کرتے ہیں اور زیادہ تر دعوت الی اللہ کے لئے اِن ذرائع سے کام لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے زمانے کے لئے نہیں بلکہ آپ کی خدمت کے لئے پہلے سے مہیا کر دیئے ہیں۔ پھر سوال ہوگا کہ اس سفر کا باعث کیا ہے؟

باعثِ سفر۔ ایفاءِ عہد: اعلیٰ حضرتؑ مقدمات گورداسپور کے دوران میں چند روزہ فرصت ملنے کے باعث لاہور تشریف لے گئے تھے اور اس تشریف آوری سے بھی حضور کا مقصد وہ ایفاءِ عہد تھا جو آپ نے جماعت لاہور سے لاہور جانے کے متعلق ایک عرصہ پہلے کیا ہوا تھا۔ چنانچہ ہمارے ناظرین اس امر سے ناواقف نہیں ہیں۔ قیام لاہور کی تقریب پر جہاں قریباً پنجاب کے مختلف شہروں سے احباب جمع ہوئے تھے جماعت سیالکوٹ بھی حاضر ہوئی تھی اس موقع پر جماعت سیالکوٹ نے حضورؑ سے سیالکوٹ تشریف لے جانے کے لئے عرض کیا اور اس کریم النفس وجود نے اس درخواست کو منظور فرمالیا اس درخواست کی قبولیت میں خدا جانے کن کمزور روحوں کی نیم شبی دعاؤں کا جذب تھا جنہوں نے حضورؑ کو سیالکوٹ بلالیا۔

بسا اوقات ایسے ضعیف اور کمزور لوگ ہوتے ہیں جن میں طلب صدق وصفا ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کے ساتھ مقام عشق میں ہوتے ہیں لیکن سفر کر کے اس تک پہنچ نہیں سکتے۔ ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کوئی ایسا سامان بہم پہنچا دیتا ہے جو خدا کے مرسل کسی نہ کسی ذریعہ سے ان تک پہنچ جاتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کی ہر حرکت اور ادا اللہ تعالیٰ کے اشارات کے ماتحت ہوتی ہے اور وہ عظیم الشان مصالح پر مبنی ہوتی ہے اس لئے بعد میں ان اسرار کا ظہور بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس سفر کے مقاصد اور اغراض جو ظاہر ہوئے ہیں۔ وہ بعد میں ہم انشاء اللہ دکھائیں گے۔ مختصر یہ کہ حضور نے سیالکوٹ جانے کا وعدہ فرمالیا۔ اور جماعت سیالکوٹ نے نہایت مستعدی اور کمال جوش کے ساتھ سیالکوٹ واپس جا کر مکانات وغیرہ کا انتظام شروع کر دیا۔ مقدمات سے فرصت پا کر حضورؑ دارالامان واپس تشریف لے آئے۔ اور جماعت سیالکوٹ نے پورے انتظام اور تہیہ اسباب کے بعد حضور کی خدمت میں تشریف بری کی تاریخ کے تعیین کے لئے درخواست کی اور اپنا آدمی بھیج دیا۔ چنانچہ ہمارے عزیز بھائی میاں محمد رشید صاحب اس خدمت پر مامور ہو کر قادیان آئے۔ حضرت حجۃ اللہ......کی طبیعت ان دنوں کچھ ناساز تھی۔ اس لئے فرمایا کہ دو چار روز کے بعد جواب دوں گا۔ حضور کا منشاء استخارہ مسنونہ کا بھی تھا کہ گویا بعد استخارہ جواب دیا جاوے گا۔ آخر ۲۷ راکتوبر ۱۹۰۴ء تاریخ روانگی مقرر ہوئی۔ اور حضور نے تاریخ مقررہ پر سب سے پہلی گاڑی میں بٹالہ سے سوار ہونے کے لئے حکم دے دیا۔

**آپ کا خارق عادت استقبال اور جاہ طلبی سے نفرت:** میاں محمد رشید صاحب تاریخ لے کر قادیان سے واپس

سیالکوٹ کو روانہ ہو چکے تو سیالکوٹ سے ان کے نام ایک کارڈ آیا جس میں یہ خواہش کی گئی تھی کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعودؑ کا داخلہ شہر سیالکوٹ میں دن کے وقت ہو اس لئے حضور ایسی گاڑی میں آئیں جو دن کو داخل ہو۔ سیالکوٹ والوں کی یہ خواہش کئی مصالح پر مبنی تھی۔ منجملہ اس کے بڑی مصلحت یہ تھی کہ رات کو کثرت انبوہ میں انتظامی مشکلات نہ ہوں۔ دوسرے حضور کے مشتاق زیارت کثرت کے ساتھ وہاں جمع ہونے والے تھے اور کل شہر اس دن کا انتظار کر رہا تھا اس لئے دن کو یہ نظارہ قابل دید اور اثر انداز ہو سکتا تھا۔ لیکن سیالکوٹ کی جماعت کا عموماً اور ہمارا خصوصاً ایمان بڑھ گیا۔ جب دیکھا کہ حضورؑ نے اپنے عزم کو عزم بالجزم ثابت کر دکھایا اگر آپ کی بجائے کوئی دنیوی جاہ و حشم یا استقبال و نمائش کا بھوکا پیاسا گدی نشین ہوتا تو وہ پسند کرتا کہ جس قدر مجمع اُس کے دیکھنے کو آئے اور جس قدر شان و شوکت سے اُس کی سواری نکلے وہ تھوڑی ہے لیکن یہ خدا کا برگزیدہ جو محض اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات میں لذت اور ذوق پاتا ہے۔ ایسی شہرت کا حریص اور اسیر نہیں بلکہ وہ کمال ذوق و مستی میں کہتا ہے۔

بحمد اللہ کہ خود قطعِ تعلق کرد ایں قومے　　خدا از رحمت و احسان میسر کرد خلوت را

نے باید مرا یک ذرّہ عزت ہائے ایں دنیا　　منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

ہمہ خلق و جہاں خواہد برائے نفس خود عزت　　خلاف من کہ میخواہم براہِ یار ذلت را

حریص غربت و عجزم ازاں روزیکہ دانستم　　کہ جا در خاطرش باشد دل مجروح غربت را

غرض حضور نے اپنے ارادہ میں ہرگز ترمیم نہ فرمائی۔ باوصفیکہ سیالکوٹ سے ایک اور آدمی بھی اس غرض سے بھیجا گیا لیکن حضور نے جو عزم کر لیا تھا اسے بدلنا مناسب نہ سمجھا۔ اور حقیقت میں یہ عدم ترمیم اور بھی نشان نمائی کا باعث ہوئی جیسا کہ سیالکوٹ میں داخلہ کے متعلق ہم دکھائیں گے۔ خدا تعالیٰ کے ماموروں کا استقلال ہی ایک ایسی زبردست کرامت ہوتا ہے جو ناعاقبت اندیش لوگ انہیں مجنوں (دہتی) کہہ اٹھتے ہیں۔ اس استقلال میں ایک باریک سر ہوتا ہے جو اس تعلق کو ظاہر کرتا ہے کہ جو اپنے مولا کریم سے انہیں ہوتا ہے گویا وہ ان امور کو جو دوسروں کی نظر میں وہمی اور شکی ہوتے ہیں اپنی آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں اسی لئے نہ ان کا قدم ہٹتا ہے اور وہ تھکتے ہیں اور نہ درماندہ ہوتے ہیں۔ اس امر کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا البتہ وہ لوگ جو ایمان باللہ کی لذت سے آشنا ہیں اس سے لطف اٹھا سکتے ہیں۔ ضمناً بات آ گئی ہے۔ استقلال کی اس لئے ایک موقع کا تذکرہ بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا جب حضور نے گورداسپور جانے کا ارادہ فرمایا تو اتفاقاً ایسی شدید بارش ہوئی کہ راستے بالکل بند ہو گئے اور اس قدر پانی جارہا تھا کہ یکہ اور گاڑیاں ہرگز چل نہ سکتی تھیں خاکسار ایڈیٹر الحکم کو اسی پانی میں پیادہ پا بوجہ تاریخ مقدمہ گورداسپور جانا پڑا اور وہاں جا کر جب خواجہ صاحب اور مولانا محمد علی صاحب سے راستہ کی تکالیف کا ذکر کیا تو وہ بہت گھبرائے اور پھر طرہ یہ ہوا کہ وہ مکان جس کا انتظام کیا گیا تھا عین وقت پر لینے اسی دن اس کے ملنے سے قطعاً مایوسی ہو گئی ایسی صورت میں ہم لوگ جو گورداسپور میں موجود تھے کہ سخت گھبرائے کہ اب کیا ہوگا۔ مکان کا انتظام نہیں راستہ ٹھیک نہیں اور حضرت اقدس

کے ہمراہ بچوں اور مستورات کا ساتھ ہے۔ بعد مشورہ یہ رائے ہوئی کہ دو آدمی اسی وقت بھیجے جاویں جو حضرتؑ کو اس سفر سے روک دیں۔ اس وقت حضرت مولوی محمد علی صاحب کی فراست اور ایمان نے بڑا ہی مزا دیا انہوں نے کہا کہ بھیجنے کو آدمی بھیج دو سب کچھ مشکلات عرض کر دو مگر یہ قوم (مامور) اپنے ارادوں سے باز نہیں رہا کرتی۔ کیونکہ ان کا استقلال بھی کرامت ہوتا ہے۔ آخر وہی ہوا۔ حضرت اقدس راستہ کی ان خطرناک تکالیف پر فتح پاتے ہوئے گورداسپور پہنچ ہی گئے۔ ہماری غرض اس واقعہ سے قصہ گوئی نہیں بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ ان لوگوں کا استقلال خارق عادت استقلال ہوتا ہے۔

غرض حضرت اقدسؑ نے جو گاڑی روانگی کے لئے تجویز کی تھی وہی قائم رکھی اور اس بنا پر حضورؑ ۲۷ راکتوبر ۱۹۰۴ء کی صبح کو ۴ بجے کے قریب دارالامان سے روانہ ہوئے۔

**روانگی از قادیان:** ۲۷ راکتوبر ۱۹۰۴ء کی صبح کا نظارہ قادیان میں ایک قابل دید نظارہ تھا۔ جبکہ خدا تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ اور اُس کا پاک مسیح موعودؑ سیالکوٹ کے سفر کے لئے دارالامان سے چلنے کو تیار تھا۔ کل احمدی قوم قریباً موجود تھی۔ کچھ تو حضرت اقدس کی مشایعت کے لئے اور کچھ آپ کے ہمراہ جانے کو تیار تھے۔ مدرسہ کے بہت سے طالب علم اور استاد اور بہت سے لوگ بٹالہ تک آپ کے ہمراہ چلنے کو آمادہ تھے۔ بہر حال ۴ بجے کے قریب اعلیٰ حضرت اپنے خدام کے زمرہ میں دارالامان سے روانہ ہوئے۔ ایک درجن سے زیادہ یکے خدام کے حضور کے ہمراہ تھے اس سفر میں حضور کے ہمراہ حضرت اماں جان...... اور خاندان حضرت اقدس کے دوسرے ممبر بھی تھے۔ اس لئے رتھ کے علاوہ فینس بھی ساتھ تھی۔

یہ شاندار قافلہ جس میں خدا تعالیٰ کا برگزیدہ مسیح موعودؑ جا رہا تھا عجیب شان سے روانہ ہوا۔

**حضور کا پیادہ پا سفر:** اعلیٰ حضرت کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ آپ چہل قدمی کرتے رہتے ہیں اور گو ایک عرصہ سے سلسلہ سیر صبح کا بند ہے مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ حضورؑ کو اس امر کا خاص شوق ہے اور یہ طریق آپ کی صحت کے لئے علی العموم عمدہ اور مفید ہے۔ جب سے حضور نے ہوش سنبھالا ہے اور تنہائی اختیار کی ہے یہ معمول آپ کا ثابت ہے کہ بیت الذکر کے سامنے صحن میں ہمیشہ ٹہلتے رہتے تھے بلکہ ہمارے ناظرین اس بات کو سن کر حیران ہوں گے کہ آپ اکثر تالیفات کا کام بھی ٹہل کر ہی کیا کرتے ہیں صحن کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے طاقچوں میں دوات رکھ لی اور ٹہلتے ٹہلتے لکھتے گئے۔ ٹہل کر پڑھنا تو اکثر نے سنا ہوگا مگر یہ کم دیکھا یا سنا ہوگا کہ ٹہل کر لکھا بھی جاتا ہے غرض اسی عادت اور مذاق کے موافق نصف راستہ طے کر لینے کے بعد حضورؑ نے پاپیادہ سفر اختیار کیا۔ اور پالکی سے اتر کر پیدل چلتے رہے اور آپ کے ساتھ بہت بڑا مجمع خدام کا بھی پیدل چلتا رہا۔ اور قریب آٹھ بجے کے حضور بٹالہ پہنچ گئے۔

**بٹالہ سٹیشن:** بٹالہ ریلوے سٹیشن سے سیالکوٹ تک ایک سیکنڈ کلاس اور ایک تھرڈ کلاس ریزرو کرائی گئی تھی بٹالہ سٹیشن پر جماعت بٹالہ نے آکر شرف نیاز حاصل کیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا۔

''کہ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی محنت و تکلیف نہ اٹھانی پڑے اور کمال حاصل ہو جاوے۔''

**حصول کمال کے لئے مجاہدہ شرط ہے:** اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

کہ اس قسم کے لوگ ہمیشہ گذرے ہیں جو چاہتے ہیں کہ بغیر کسی قسم کی محنت اور تکلیف اور سعی اور مجاہدہ کے وہ کمالات حاصل کر لیں جو مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں صوفیا کرام کے حالات میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے آ کر ان سے کہا کہ کوئی ایسا انتظام ہو کہ ہم پھونک مارنے سے ولی ہو جاویں۔ ایسے لوگوں کے جواب میں انہوں نے یہی فرمایا ہے کہ پھونک کے واسطے بھی تو قریب ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ پھونک بھی دور سے نہیں لگتی۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔لَیْسَ لِلْاِ نْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی ۔یعنی کوئی انسان بغیر سعی کے کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ قانون ہے پھر اس کے خلاف اگر کوئی کچھ حاصل کرنا چاہے تو وہ خدا تعالیٰ کے کاموں کو توڑتا ہے اور اسے آزماتا ہے اس لئے محروم رہے گا۔ دنیا کے عام کاروبار میں بھی تو یہ سلسلہ نہیں ہے کہ پھونک مار کر کچھ حاصل ہو جائے یا بدوں سعی اور مجاہدہ کے کوئی کامیابی مل سکے۔ دیکھو آپ شہر سے چلے تو سٹیشن پر پہنچے اگر شہر سے ہی نہ چلتے تو کیونکر پہنچتے۔ پاؤں کو حرکت دینی پڑی ہے یا نہیں۔ اسی طرح جس قدر کاروبار دنیا کے ہیں سب میں اوّل انسان کو کچھ کرنا پڑتا ہے۔ جب وہ ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ بھی برکت ڈال دیتا ہے اسی طرح پر خدا تعالیٰ کی راہ میں وہی لوگ کمال حاصل کرتے ہیں۔ جو مجاہدہ کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا ہے۔وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ پس کوشش کرنی چاہئے کیوں کہ مجاہدہ ہی کامیابیوں کی راہ ہے۔ اس قسم کے ذکر اذکار اور خدام کی ملاقات میں گاڑی کا وقت آپہنچا۔ اور دس بجے کے قریب گاڑی نے روانگی کا وِسل (سیٹی) دیا۔ پلیٹ فارم پر ایک خاصا اژدھام تھا۔ اور عام لوگ حضرت اقدسؑ کی زیارت سے سرور حاصل کر رہے تھے۔ قادیان کی جماعت کے لوگ جو سٹیشن تک حضرت اقدسؑ کو چھوڑنے گئے تھے۔ واپس روانہ ہوئے اور چند ہی منٹ کے اندر گاڑی سٹیشن سے نکل کر آخر نظروں سے غائب ہو گئی اور خدا کا محبوب امرتسر کی طرف روانہ ہوا۔

**امرتسر ریلوے سٹیشن:** بٹالہ سے گاڑی روانہ ہو کر درمیانی سٹیشنوں سے گذرتی ہوئی ۱۱ بجے کے قریب امرتسر پہنچی۔ امرتسری جماعت نے پہلے ہی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعودؑ کی خدمت میں بذریعہ عریضہ عرض کر رکھا تھا کہ وہ کھانا لے کر حاضر ہوں گے اور حضرت نے ان کی دعوت کو منظور فرما لیا تھا۔ گاڑی کے پہنچنے سے پہلے ہی امرتسری جماعت سٹیشن پر استقبال اور حصول زیارت کے لئے حاضر تھی لیکن حضرت اقدس کا نام اور دعویٰ کوئی ایسی چیز نہیں جو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کرے۔ اس لئے گاڑی کے پہنچتے ہی ہر طرف سے لوگ دوڑے ہوئے گاڑی کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور خود احباب کو مصافحہ کرنا مشکل ہو گیا ایک دوسرے سے پہلے چاہتا تھا کہ میں آگے بڑھوں۔ جن لوگوں نے یہ نظارہ دیکھا ہے خوب سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر کشش دلوں میں پیدا ہوئی تھی۔ موافق تو موافق مخالف بھی کھچے چلے آتے تھے۔ اس مقام پر کچھ لوگوں نے **حضرتؑ** کے

سلسلہ میں بذریعہ بیعت شامل ہونے کا فخر حاصل کیا۔امرتسری جماعت نے مسافران سیالکوٹ کو بڑی فیاضی اور فراخدلی سے گاڑیوں میں کھانا کھلایا۔گاڑی کی روانگی تک ایک میلہ سا لگا رہا۔جو لوگ کبھی ریل میں سوار ہوئے ہیں وہ جانتے ہیں اس وقت ایک مستقل سے مستقل مزاج بھی ایک قسم کی گھبراہٹ اور جلدی میں ہوتا ہے۔کہ مبادا سوار ہونے سے رہ نہ جاؤں۔لیکن اس وجود میں کچھ ایسی خوبی اور جذب تھا کہ دیوانہ وار مسافر اس کی طرف تکتے تھے اور اُنہیں یہ خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ گاڑی میں سوار ہونا ہے۔......

۱۲ بجے کے بعد گاڑی نے امرتسر سٹیشن کو چھوڑا اور بہت سی روحوں کو اسی شوق میں مضطرب چھوڑ کر آگے نکل گئی۔

**اٹاری سٹیشن:** اس دن ریلوے لائن کے اردگرد کے دیہات میں کچھ ایسی ہوا چلی ہوئی تھی کہ گاڑی کے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے ہی ایک معمولی سے معمولی سٹیشن پر بھی ایک خاصہ اژدھام اور ہجوم زائرین کا ہوتا تھا۔ بحالیکہ کوئی شخص کسی کو کہنے نہیں گیا تھا اور ابھی حضور کی روانگی کی خبر عام طور پر شائع بھی نہ ہو چکی تھی اس سٹیشن پر بھی غیر معمولی مجمع موجود تھا لیکن ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ اٹاری کے سٹیشن ماسٹر نے چند آدمیوں کو صرف اندر آنے کی اجازت دی یہ بڑا بھاری روحانی ظلم ہے جوان لوگوں پر کیا گیا ہے۔جن کو باہر رکھا گیا اگرچہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے نیک ارادوں کی وجہ سے ثواب حاصل کرنے والے انشاء اللہ تعالیٰ ٹھہریں گے لیکن سٹیشن ماسٹر صاحب کی بے جا سختی نے ان کو اس مقصد عظیم سے روکے رکھا جس کے لئے وہ آئے تھے ریلوے اتھارٹیز کو اپنے امور پر نوٹس لینا چاہئے اگر ایسے سٹیشنوں پر پلیٹ فارم ٹکٹ نہ ہوں تو کیوں اجازت لے کر اندر جانے والوں کو روکا جاوے بحالیکہ وہ ایک نیک غرض اور پاک مقصود کے لئے جاتے ہوں دنیا میں تو ممکن ہے کہ ایسے سٹیشن ماسٹر سے کوئی استفسار نہ ہو لیکن خدا تعالیٰ کے حضور وہ ضرور یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کے زمرہ میں جوابدہ ہوگا۔بہر حال جن لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی گئی تھی وہ نہایت اخلاص سے آکر ملے اور اپنے احمدی بھائیوں اور اپنے سید و مولا امام کے حضور انہوں نے دودھ کی دعوت پیش کی۔جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اور ساتھ ہی ٹکٹ لے کر خود بھی سوار ہو گئے اور اس چند منٹ کی صحبت احباب کو بھی انہوں نے اکسیر سمجھا۔

**واگا سٹیشن:** واگا ایک مختصر سا فلیگ سٹیشن ہے۔واگا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں عیسائیوں نے اپنا احاطہ بنایا ہوا ہے اور کچھ مشنری عورتیں یہاں رہتی ہیں ان کی سعی اور کوشش سے یا بالفاظ دیگر ان کے مفاد کے لئے یہ سٹیشن بنا ہوا ہے۔اس سٹیشن پر خدا کے فضل و کرم سے بابو محمد ایوب بکنگ کلرک احمدی ہے جسے ریلوے کے کام کی کثرت کی وجہ سے شاید بہت کم فرصت قادیان آکر حضرت کی زیارت کی ملتی اور اس تقریب پر اس جنگل میں پڑی ہوئی روح کو سیراب ہونے کا موقع خود بخود مل گیا۔

**میاں میر:** ایک بجے کے بعد گاڑی میانمیر سٹیشن پر پہنچی۔جو ایک فوجی چھاونی ہے۔اٹاری کی جماعت اس مقام پر اُتر کر دوسری گاڑی میں واپس ہوئی یہاں بھی بعض مخلصین کو زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

**لاہور سٹیشن:** ریلوے سٹیشن پر یوں تو عام طور پر ایک عجیب دلکش نظارہ ہوتا ہے۔لیکن آج غیر معمولی رونق اور بھیڑ بھاڑ تھی۔ احمدی جماعت تو لازماً موجود تھی مگر دوسرے لوگ بھی جو مذہبی معاملات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔سٹیشن پر حضرت اقدسؑ کی زیارت کو موجود تھے لاہور کے ریلوے سٹیشن پر اس کثرت سے اژدھام تھا کہ وہاں کے روزانہ پیسہ اخبار کو بھی باوجود مخالفت کے اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے اور ابھی قریباً دو مہینے قبل حضرت اقدس لاہور میں رہ کر آئے تھے اس صورت میں اگر قیام لاہور میں آپ کو پوری کامیابی نہ ہوئی ہوتی تو چاہئے تھا کہ اس وقت دوسرے مذاہب کے لوگوں میں سے ایک بھی وہاں نہ ہوتا لیکن احمدیوں کے سوا۔ ہندو مسلمانوں کے فہمیدہ لوگوں کا ایک خاص مجمع اس تقریب پر تھا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کے نام میں کچھ غضب کی تاثیر اور جذب ہے جو مخالف سے مخالف کو بھی اپنی طرف متوجہ کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اور جب ہم آج سے پچیس برس پیشتر پر نظر کرتے ہیں اور حضرت اقدس کے حالات کو سنتے یا پڑھتے ہیں تو اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ یہ اثر اور جذب اس وقت سے پیدا ہوا ہے جب سے کہ حضرت احدیت نے مامور کر کے اصلاح دنیا کے لئے بھیجا ہے۔ سچ یہ ہے۔

برکسے چوں مہربانی مے کنی	از زمینی آسمانی مے کنی
خود کنی و خود کنائی کار را	خود دہی رونق تو ایں بازار را

غرض ریلوے سٹیشن پر ایک صف آرا فوج معلوم ہوتی تھی۔ جو رب الافواج کے برگزیدہ کے استقبال اور زیارت کے واسطے موجود تھے۔ یہاں بھی مسافروں اور اجنبیوں کا یہ حال تھا کہ خواہ نخواہ اسی گاڑی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ پولیس نے اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے پورا انتظام رکھا۔ اور یہاں چونکہ گاڑی کو کچھ عرصہ تک ٹھہرنا تھا۔ اس لئے لاہور کی احمدی جماعت کو اچھا موقع حصول ملاقات کا مل گیا۔

۲ بجے کے قریب آخر گاڑی نے اس سٹیشن کو بھی الوداع کہا۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ لاہور کے ریلوے سٹیشن پر بھی بہت سے لوگوں کو اندر آنے سے روکا گیا تھا۔ اور پلیٹ فارم ٹکٹ بھی بند کر دیا تھا۔ انگریز انسپکٹر انتظام کے لئے موجود تھا۔

**بادامی باغ:** بادامی باغ کے سٹیشن پر ہمارے محترم ہمعصر مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے حضرت اقدس سے نیاز حاصل کیا مولوی صاحب نے سمجھ لیا تھا۔ کہ لاہور کے سٹیشن پر ملاقات کرنا کوئی سہل امر نہیں ہے۔ اس لئے وہ بادامی باغ آملے اور چونکہ مقدمہ کے متعلق انہیں لاہور میں رہ کر کام کرنا تھا۔ اس لئے یہاں سے ہی واپس ہوئے۔ اور گاڑی حدود لاہور سے نکل گئی۔ مسافران سیالکوٹ نے گاڑیوں میں ہی نماز ظہر ادا کرنی شروع کر دی۔

اسی طرح پر دوسرے سٹیشنوں پر حضرت کی زیارت کے لئے لوگ آتے تھے۔ آخر گاڑی گوجرانوالہ کے سٹیشن پر پہنچی۔

**گوجرانوالہ:** گوجرانوالہ کے سٹیشن پر بہت بڑا مجمع خاص گوجرانوالہ کے علاوہ اردگرد کے دیہات سے آئے ہوئے لوگوں کا

موجود تھا- بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ اس مجمع کی تعداد کسی حالت میں سات آٹھ سو سے کم نہ ہوگی- اس مجمع میں کثرت کے ساتھ اہل ہنود بھی تھے- حضرت اقدس کی گاڑی کے سامنے ایک میلہ سا لگا ہوا تھا- احمدی احباب نے مصافحہ کیا اور خدا کے برگزیدہ پر سلام کہا- وقت معینہ پر گاڑی یہاں سے بھی چلی گکھڑ کے سٹیشن پر بھی باوجودیکہ وہ ایک چھوٹا سا سٹیشن ہے پچاس سے زیادہ آدمیوں کا مجمع تھا- جس شوق جوش اور اخلاص سے یہ لوگ آتے تھے اور گاڑی کی طرف لپکتے اور دوڑتے تھے وہ نظارہ کچھ قابل دید ہی تھا- اسے کسی جرنلسٹ کا قلم تو کیا شاعر کی بلند پروازی بھی ادا نہیں کر سکتی- ان زائرین کو بھی چند منٹ کی ملاقات کے بعد شوق زیارت تیز کر کے گاڑی نے وہیں چھوڑا اور وہ سراسیمہ ہو کر دوڑتی ہوئی گاڑی کی طرف دیکھتے رہے اور گاڑی سیٹیاں مارتی ہوئی گویا خدا کے محبوب کو اپنا سوار سمجھ کر اتراتی ہوئی سٹیشن سے نکل گئی- تھوڑی دیر کے بعد وزیرآباد سٹیشن پر جا کر کھڑی ہوئی-

**وزیرآباد ریلوے سٹیشن:** وزیرآباد ایک جنکشن سٹیشن ہے- جہاں سے سیالکوٹ کی طرف گاڑی جاتی ہے- اور ایسا ہی لائل پور (فیصل آباد) وغیرہ کی طرف بھی یہاں ہی سے گاڑی جاتی ہے- غرضیکہ یہی وہ سٹیشن ہے جہاں سے حضرت اقدس نے سیالکوٹ کی طرف جانا تھا اور سیالکوٹ یہاں سے قریباً ایک گھنٹہ کی راہ تھی-

اس سٹیشن پر بہت بڑا مجمع زائرین کا موجود تھا- اور جب ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ وزیرآباد میں ابھی احمدی جماعت کی تعداد بہت تھوڑی ہے تو اس کثرت سے آئے ہوئے لوگوں کا دیکھنا حیرت میں ڈالتا تھا- اور خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ وزیرآباد میں حافظ عبدالمنان جیسا مخالف موجود ہے- اور وہ اپنی جگہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ لوگوں کو سلسلہ عالیہ سے بدظن کرتا رہے اور کوئی دقیقہ کوشش کا داخل ہونے سے روکنے میں اٹھا نہ رکھے-

وزیرآباد کے سٹیشن پر اس قدر انبوہ فی الحقیقت غیر معمولی بات تھی- جس سے خداتعالیٰ کے برگزیدہ بندہ کی عظمت اور شوکت کا پتہ لگتا تھا- چونکہ ریزرو گاڑیوں کو کاٹ کر اس ٹرین کے ساتھ لگانا تھا- جو سیالکوٹ جانے والی تھی- اس لئے گاڑیوں کو دور نالہ پلکھو کے پل تک لے جانا پڑا- اس وقت خیال کیا جاتا تھا کہ اب لوگ الگ ہو جائیں گے مگر لوگوں کا بڑھا ہوا شوق گاڑی کے دونوں طرف ان کو لے بھاگا اور انہوں نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ مبادا ہم کچلے جائیں- گاڑی کے ساتھ ساتھ دونوں طرف مخلوقات بھاگی جاتی تھی- آخر وہ گاڑیاں کاٹ کر سیالکوٹ والی ٹرین سے لگا دی گئیں اور لوگوں کا ہجوم بدستور اس وقت تک رہا جب تک کہ گاڑی سٹیشن سے نہ نکل گئی-

**وزیرآبادی احباب کی دعوت:** اس امر کا اظہار اس موقع پر نہ کرنا غالباً سخت ناانصافی ہوگی کہ ہماری وزیرآبادی جماعت کے معزز رکن شیخ غلام رسول اور شیخ احمد جان صاحب مالکان کارخانہ سوڈا واٹر نے نہایت فراخدلی کے ساتھ حضرت اقدس اور آپ کے ہمراہی جماعت کی دعوت لیمونیڈ سے کی- کثرت کے ساتھ انہوں نے پانی کی بوتلیں اپنے

بھائیوں کی خدمت میں پیش کیں۔ یہ اخوت یہ محبت بجائے خود حضرت اقدس کی سچائی کا ثبوت ہے کہ اس شخص کی تعلیم میں وہ اثر اور قوت ہے کہ مختلف طبقات کے لوگوں کو ایک کر دیا ہے اور امیر غریب سب ایک پلیٹ فارم پر کھڑے کر دیئے ہیں۔ غرض گاڑی سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوئی۔ چونکہ کثرت مخلوق اور ہجوم میں بہت سے لوگوں کو حضرت اقدس سے مصافحہ کرنے کا شرف نہ مل سکا تھا۔ اس لئے اکثر احباب ساتھ ہی گاڑی میں سوار ہو گئے اور سیالکوٹ اور وزیر آباد کے درمیانی سٹیشنوں پر جہاں جس کو موقع ملا اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوا۔

**سوہدرہ:** سوہدرہ ایک چھوٹا سا سٹیشن ہے جہاں گاڑی بہت ہی کم عرصہ غالباً منٹ دو منٹ کھڑی ہوئی ہو گی اس دوڑ دھوپ اور کم فرصتی کو بھی غنیمت پا کر اکثر خدام حضرت نے شرف نیاز حاصل کر لیا۔ علیٰ ھٰذا القیاس دوسرے سٹیشنوں پر بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ آخر منزل مقصود آ پہنچا۔ یعنی **سیالکوٹ ہاں پیارا سیالکوٹ۔ بلکہ مبارک سیالکوٹ**

سیالکوٹ کے متعلق ہم نے جو یہ الفاظ لکھے ہیں ان میں مبالغہ نہیں بلکہ ان کی تہ میں حقیقت ہے......

**سیالکوٹ ریلوے سٹیشن:** سیالکوٹ ریلوے سٹیشن کا نظارہ کچھ ایسا قابل دید تھا کہ کسی جادو نگار کا قلم اور نازک خیال شاعر کا دماغ بھی اس نظارہ کو ادا کرنے کے قابل نہیں۔ پھر کہا جاتا ہے کہ مصور اور فوٹو گرافر کسی نظارہ کو اچھی طرح دکھا سکتا ہے۔ مگر اے ہمارے پڑھنے والو یقیناً سمجھو کہ اس مقام پر مصور کا قلم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اور فوٹو گرافر بھی (باوصفیکہ آج اس فن میں بڑی بڑی ترقیاں ہوئی ہیں) کمال دکھانے سے عاجز ہے۔ وہ نظارہ فی الحقیقت **قابل دید** ہی تھا۔

اس نظارہ کے دیکھنے والے ایک دو نہیں ہزار ہا انسان تھے۔ پھر ان میں ہر طبقہ اور ہر عمر کے لوگ تھے۔ سیدھے سادھے پرانے زمانہ کے بڑے بوڑھے۔ بچے، نوجوان، امیر، غریب، حکام، حضرت اقدس کے مخلص، مخالف، ہندو، مسلمان، سکھ، پھر ان میں سے عالم و جاہل، شاعر، صوفی اور فلاسفر مزاج، غرض ہر قسم کے لوگ تھے اور ہر ایک اپنی اپنی نظر اور آنکھ سے اس نظارہ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس قدر متضاد خیالات متضاد طبیعتوں کے **لوگوں کے نکتہ خیال** کو آن واحد میں پا جانا ایک معمولی جرنلسٹ کے لئے آسان نہیں ہے۔

لیکن ہم اپنے ناظرین کو مایوس کرنا نہیں چاہتے ہم انہیں مختلف نظروں سے اس نظارہ کو خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے دکھانے کی کوشش کریں گے ممکن ہے کہ ہم اس میں پورے کامیاب نہ ہوں کیونکہ **بہر حال وہ پھر ہماری اپنی نظر** ہے۔ لیکن مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ۔ ہمارے ناظرین ہماری آنکھ سے مختلف نظروں کو معائنہ کریں۔ اور یہ بھی کسی تائید یافتہ روح کے فیض کا اثر سمجھیں جو ایک کمزور شخص مختلف نظروں کو آن واحد میں ایک نظر سے دیکھ لیتا ہے۔

**سیالکوٹ ریلوے سٹیشن کا نظارہ عام نظر میں:** ہر چند جماعت سیالکوٹ نے کوشش کی تھی کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماھنامہ

# انصار اللہ

ایڈیٹر: نصر اللہ خان ناصر

نبوت ۱۳۸۳ ہش۔نومبر ۲۰۰۴ء

جلد نمبر...............۵۳

خصوصی اشاعت: شمارہ نمبر..........۱۱

فون نمبر: ۲۱۲۹۸۲-۰۴۵۲۴ فیکس نمبر: ۲۱۴۶۳۱-۰۴۵۲۴

نائبین: پروفیسر محمد اسلم صابر۔ جاوید احمد جاوید۔ ریاض محمود باجوہ۔ محمود احمد اشرف

## اس شمارہ میں



پبلشر: عبد المنان کوثر
پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)

شرح چندہ: (پاکستان)
سالانہ.........ایک سو روپیہ
قیمت شمارہ ھذا.......۲۵ روپے

موعودؑ کسی ایسی گاڑی میں وہاں پہنچیں جو دن کے وقت سیالکوٹ پہنچتی ہو لیکن ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے کسی حال میں بھی اپنے پروگرام کو نہیں بدلا اور جس گاڑی میں روانہ ہونے کا عزم فرما چکے تھے اسی گاڑی میں روانہ ہوئے اور یہ گاڑی سیالکوٹ سٹیشن پر چھ بجے کے بعد پہنچی جب کہ آفتاب غروب ہو چکا تھا اور تاریکی اپنا اثر سطح زمین پر ڈال رہی تھی۔

ایسی حالت میں ایسے وقت میں لوگوں کا اپنے کاروبار چھوڑ کر سٹیشن پر حضرت اقدس کی زیارت کے لئے آنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اصل تو یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جگہ کچھ ایسے کھینچے گئے تھے کہ وہ رک سکتے ہی نہ تھے۔

جس طرف نظر جاتی تھی آدم زاد ہی آدم زاد نظر آتا تھا۔ ہمارے احباب سیالکوٹ کو غالباً اس نظارہ کو دیکھ کر اپنی اس تجویز یا خیال پر ضرور تاسف ہوا ہوگا۔ جو انہوں نے حضرت اقدس کے دن کی گاڑی میں آنے کے متعلق سوچا تھا کیونکہ اس وقت کی بے شمار مخلوق کا جمع ہو جانا ان کی امیدوں سے بڑھا ہوا تھا۔ بلکہ ہم صاف طور پر یوں کہیں کہ ان کا ایمان بڑھ گیا ہوگا۔ کیونکہ گاڑی کے پہنچنے کا یہ وقت ایسا تھا جبکہ لوگ اپنے دن کے کاروبار سے فارغ ہو کر آرام کرنے کے لئے گھروں کو جاتے ہیں مگر آج ان میں کوئی غیر معمولی کشش تھی جو ان کو بجائے آرام کرنے کے دُکھ اٹھانے کے لئے کھینچے لاتی تھی کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ اس قدر انبوہ اور ہجوم میں آرام کے ساتھ چلنا ناممکن ہے انہیں علم تھا کہ دھکے پر دھکے پڑیں گے اور پولیس اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے امن قائم رکھنے کے لئے مناسب موقع کارروائی سے کام لے گی۔ لیکن ان لوگوں کو پولیس جھڑکیاں اور گھرکیاں ایک دوسرے کے دھکے کھانے منظور تھے دن بھر کی کوفت میں اس کوفت اور تکان کا اضافہ پسند خاطر تھا لیکن سٹیشن پر **مرزائے ما** کو دیکھنا ضروری تھا۔ ...... برخلاف اس کے آج سے ایک ہفتہ سے بھی زائد عرصہ پہلے سے مخالف مولویوں اور یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کے مصداق لوگوں نے بہت کوشش کی تھی کہ کوئی شخص سٹیشن پر نہ جاوے اور اگر کوئی مسلمان وہاں گیا تو اس کی بیوی پر طلاق ہو جائے گی اس قسم کے اقرار اور حلف لوگوں سے ان دشمنان حق نے لئے تھے لیکن دلوں میں کچھ ایسی زبردست تحریک اور جوش تھا کہ انہوں نے ان لوگوں کے فتویٰ کے موافق طلاق واقعہ کر لینا آسان سمجھا لیکن یہ اپنی روح پر گراں سمجھا کہ وہ سٹیشن پر نہ آئیں۔

ایسی حالت کا اندازہ کر کے اور اس مخالفت کے جوش کو دیکھ کر خدا کے محبوب کی عظمت اور بھی دل میں بڑھ جاتی ہے اور سچ مچ یقین نہیں بلکہ عین الیقین ہو جاتا ہے کہ یہ جذب اور کشش اسی کی راستبازی اور حقانیت کا تھا۔ جو ہزاروں ہزار سلاسل کو تڑوا کر کھینچ لاتا تھا۔

**فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ:** براہین احمدیہ میں عرصہ دراز گذرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کو مندرجہ حاشیہ الفاظ میں بشارت دی تھی کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تُو لوگوں میں شناخت کیا جاوے اور تیری مدد کی جاوے۔ پس اس سے بڑھ کر **تُعْرَفُ بَیْنَ النَّاسِ** کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ہم **اہل دل اور اہل انصاف** لوگوں کے پاک

جذبات کو اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ پچیس سال پیشتر ایک شخص اس امر کو شائع کرتا ہے اور آخر وہ پیشگوئی بلاتفاوت موئے اسی رنگ میں پوری ہوتی ہے۔ **غرض** اس نظارہ کو جب ہم عام نظر سے دیکھتے ہیں اور مولویوں اور مخالفوں کے مسلمانوں سے سٹیشن پر نہ آنے کے عہد اور قسم لے لینے کے بعد اس قدر مجمع کو پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے اختیار سر جھک جاتا ہے۔ اس کی قدرت کا تماشا نظر آتا ہے کہ لاریب

برکسے چوں مہربانی مے کنی     از زمینی آسمانی مے کنی

سٹیشن پر اور سٹیشن سے شہر تک مخلوقات کا اندازہ بروایات مختلفہ ۱۲ سے پندرہ ہزار تک کیا گیا ہے۔ اور یہ کہنا تو ہرگز مبالغہ نہیں کہ جس راہ سے آپ شہر میں داخل ہوئے۔ اس راہ پر سٹیشن سے لے کر فرودگاہ تک دوکانوں اور مکانوں کی چھتوں اور بازار کے دورویہ میں آدم زاد کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا اور اس حصہ کی تمام مخلوق گویا باہر تھی۔

**سٹیشن پر انتظام**: سیالکوٹ کے مقامی حکام خصوصاً صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس خاص شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے قیام امن اور انتظام کے لئے پہلے سے پوری تدابیر کی ہوئی تھیں۔ اس قدر انبوہ میں ممکن تھا کہ کسی نہ کسی قسم کی کوئی بدنظمی ہو مگر حکام سیالکوٹ نے اپنے حسن انتظام سے اس کو ناممکن کر دکھایا۔ انہوں نے جو کچھ کیا اپنے فرضی منصبی کے لحاظ سے کیا لیکن وہ پھر بھی ہماری خاص شکرگذاری کے قابل ہیں اور خدا کرے کہ ایسے حکام ہر جگہ ہوں۔ ہمارے مخدوم آغا محمد باقر خان صاحب آنریری مجسٹریٹ سیالکوٹ بھی ہمہ تن انتظام میں مصروف تھے۔ اس نوجوان رئیس کو ایسا مستعد اور خوش اخلاق پا کر ہماری طبیعت میں خاص ذوق پیدا ہوا اور آرزو ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوان مسلمان رئیسوں کو اس قسم کی مستعدی اور خوش اخلاقی اور اپنی اصلاح نفس کا خیال عطا کرے کیونکہ یہی لوگ قوم کا سر ہیں۔......

**انتظام روشنی**: شام کے بعد چونکہ وہاں گاڑی پہنچی تھی اور تاریکی دمبدم پھیلتی جاتی تھی جماعت سیالکوٹ نے روشنی کا کافی انتظام کر دیا تھا۔ اور حضرت اقدسؑ کی آمد پر بطور خیر مقدم مہتابیاں چھوڑی گئیں۔......

المختصر سٹیشن پر بڑا ہجوم تھا۔ اور اس ہجوم کے حسب حال مقامی حکام کا پورا انتظام تھا۔ احمدی جماعت نے اس پلیٹ فارم پر (جہاں ریزرو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں جو احاطہ سٹیشن کے دوسری طرف سرائے مہاراجہ صاحب جموں وکشمیر کے متصل لب سڑک واقع ہے) روشنی کا پورا انتظام کر رکھا تھا۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰-۱۷ نومبر ۱۹۰۴ء)

# وُرُودِ مسیح دَر سیالکوٹ

ورود تھا مسیح کا سیالکوٹ شہر میں
عجیب اِشتیاق تھا دلوں کی لہر لہر میں
دُعائے مومناں تھی گو علاجِ غیظ کر رہی
شریر گھلتے جا رہے تھے پھر بھی اپنے زہر میں
برس رہی تھیں رحمتیں، عدُو کا شور و شر بھی تھا
ملی جلی تھیں رَونقیں، سکُون بھی تھا، خطر بھی تھا

○

وہ آمدن زہے زہے، رَہِ سعید دیدنی
وہ یوم، یومِ وصل تھا، وہ یومِ عید دیدنی
ہجوم در ہجوم تھے وہاں پہ لوگ آ رہے
وہ ذوقِ دید دیدنی، وہ شوقِ دید دیدنی
اُتار* تھا اُتر رہا وہ بر زمیں ز آسماں
کرشنِ ثانی آ گیا تھا گوپیوں کے درمیاں

○

برہان الدین جہلمی نے، کھا لیا جو کھا لیا
خودی، اَنا کو چھوڑ کر، خدا کو اُس نے پا لیا
وہ گرد بن کے تھا اُڑا رہِ سیالکوٹ سے
اُڑا مگر وہ اس طرح کہ نوریوں کو جا لیا
وہ ''نعمتیں'' ملیں اُسے بہشت کے ثمر بھی کیا!
رضا خدا کی مل گئی تو لعل کیا! گُہر بھی کیا!

○

گلوں پہ اِک نکھار تھا، چمن میں اِک بہار تھی
سماں تھا ایسا جشن کا بہار بھی نثار تھی

* اصل لفظ اوتار ہے۔

وہاں پڑا تھا جابروں کا صابروں سے واسطہ
جفا تھی شُعلہ بار اگر، دُعا بھی اشک بار تھی
اگر تھا سیل ظلم کا تو آگے بندِ صبر بھی
جو جل رہے تھے دل وہاں تو مل رہا تھا اجر بھی

○

جلوس تھا مسیح کا کوئی گروہِ قدسیاں
درود پڑھتا جا رہا تھا، پُرسکوں سا کارواں
بعوض گالیوں کے تھے، دعائیں دیتے جا رہے
یہ خُلق کا تھا معجزہ، یہ صدق مہدی کا نشاں
شریر اپنی آگ میں تھے آپ جلتے جا رہے
مسیح کے غلام تھے خموش چلتے جا رہے

○

مخالفوں کا شور وہ، نہ لِکھ سکے جسے قلم
خروش وہ، سوانگ وہ نہ کر سکوں جنہیں رقم
فلک کی اُنگلیوں سے پردلوں کے ساز چھڑ گئے
کہ لوگ کھنچے آ رہے تھے سوئے مہدی دمبدم
اُدھر گو آتش حسد بھڑکتی صبح و شام تھی
خلیل جبکہ آ گیا تو ''آگ بھی غلام تھی''

○

اُتر رہی زمین پر وہ جنتِ نعیم تھی
نسیم تھی وہ چل رہی جو حامِلِ شمیم تھی
کتابِ ماضی کا وہاں ورق پڑھا تھا جا رہا
کہ عین جاری ہو رہی وہ سُنّتِ قدیم تھی
مسیح و مہدی آ گیا، جہاں کا ہادی آ گیا
کرشن ثانی صلح کی، کرنے مُنادی آ گیا

(عبدالسلام اسلام)

# نماز جمعہ ۲۸/اکتوبر ۱۹۰۴ء کے بعد تقریب بیعت اور

# تقریر پُر تاثیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(نوٹ) حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے خطبہ کے بعد نماز جمعہ ادا کی گئی۔ بعدہٗ حضرت اقدسؑ نے بیعت لی۔ بیعت کے بعد حضور نے تقریر فرمائی۔......(ناقل)

**بیعت تو اعمال صالحہ کا تخم ہے:** میں اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے بیعت کی ہے چند نصیحت آمیز کلمات کہنا چاہتا ہوں یہ بیعت تخم ریزی ہے اعمال صالحہ کی۔ جس طرح کوئی باغبان درخت لگاتا ہے یا کسی چیز کا بیج بوتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص بیج بو کر یا درخت لگا کر وہیں اُس کو ختم کر دے اور آئندہ آبپاشی اور حفاظت نہ کرے تو وہ تخم بھی ضائع ہو جاوے گا۔ اسی طرح انسان کے ساتھ شیطان لگا رہتا ہے۔ پس اگر انسان نیک عمل کر کے اُس کے محفوظ رکھنے کی کوشش نہ کرے تو وہ عمل ضائع جاتا ہے۔......

**دین کو دنیا پر مقدم رکھنا:** یاد رکھو کہ بیعت کے وقت توبہ کے اقرار میں ایک برکت پیدا ہوتی ہے۔ اگر ساتھ اس کے دین کو دنیا پر مقام رکھنے کی شرط لگالے تو ترقی ہوتی ہے۔ مگر یہ مقدم رکھنا تمہارے اختیار میں نہیں بلکہ امداد الٰہی کی سخت ضرورت ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کہ جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہماری راہ میں انجام کار راہنمائی پر پہنچ جاتے ہیں۔ جس طرح وہ دانہ تخم ریزی کا بدوں کوشش اور آبپاشی کے بے برکت رہتا بلکہ خود بھی فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اس اقرار کو ہر روز یاد نہ کرو گے اور دعائیں نہ مانگو گے کہ خدایا ہماری مدد کر۔ تو فضل الٰہی وارد نہیں ہوگا۔ اور بغیر امداد الٰہی کے تبدیلی ناممکن ہے۔ چور، بدمعاش، زانی وغیرہ جرائم پیشہ لوگ ہر وقت ایسے نہیں رہے بلکہ بعض وقت ان کو ضرور پشیمانی ہوتی ہے۔ یہی حال ہر بدکار کا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان میں نیکی کا خیال ضرور ہے۔ پس اس خیال کے واسطے اس کو امداد الٰہی کی بہت ضرورت ہے۔ اسی لئے پنجوقتہ نماز میں سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اُس میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ فرمایا اور پھر اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ یعنی عبادت بھی تیری ہی کرتے ہیں اور مدد بھی تجھ ہی سے چاہتے ہیں۔ اس میں دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے یعنی ہر نیک کام میں۔ قوی تدابیر، جدوجہد سے کام لیں یہ اشارہ ہے نعبد کی طرف کیونکہ جو شخص نری دعا کرتا اور جدوجہد نہیں کرتا وہ بہرہ یاب نہیں ہوتا جیسے کسان بیج بو کر اگر جدوجہد نہ کرے تو پھل کا امیدوار کیسے بن سکتا ہے۔ اور یہ سنت اللہ ہے۔ اگر بیج بو کر صرف دعا کرتے ہیں تو ضرور محروم رہیں گے۔ مثلاً دو کسان ہیں ایک تو سخت محنت

اور کلبہ رانی کرتا ہے یہ تو ضرور زیادہ کامیاب ہوگا- دوسرا کسان محنت نہیں کرتا یا کم کرتا ہے- اُس کی پیداوار ہمیشہ ناقص رہے گی جس سے وہ شاید سرکاری محصول بھی ادا نہ کر سکے- اور وہ ہمیشہ مفلس رہے گا- اسی طرح دینی کام بھی ہیں- انہیں میں منافق، انہیں میں نکمے، انہیں میں صالح، انہیں میں ابدال، قطب، غوث بنتے ہیں- اور خدا کے نزدیک درجہ پاتے ہیں- اور بعض چالیس چالیس برس سے نماز پڑھتے ہیں مگر ہنوز روز اول ہی ہے اور کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی- تمیں روزوں سے کوئی فائدہ محسوس نہیں کرتے- بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہم بڑے متقی اور مدت کے نماز خواں ہیں مگر ہمیں امداد الٰہی نہیں ملتی- اس کا سبب یہ ہے کہ رسمی اور تقلیدی عبادات کرتے ہیں ترقی کا کبھی خیال نہیں- گناہوں کی جستجو بھی نہیں- سچی توبہ کی طلب ہی نہیں- پس وہ پہلے قدم پر ہی رہتے ہیں ایسے انسان بہائم سے کم نہیں- ایسی نمازیں خدا کی طرف سے **وَیْل** لاتی ہیں- نماز تو وہ ہے جو اپنے ساتھ ترقی لے آوے- جیسے طبیب کے زیر علاج ایک بیمار ہے ایک نسخہ وہ دس روز استعمال کرتا ہے پر اُس سے اس کو روز بروز نقصان ہو رہا ہے جب اتنے دنوں کے بعد فائدہ نہ ہو تو بیمار کو شک پڑ جاتا ہے- کہ یہ نسخہ ضرور میرے مزاج کے موافق نہیں- اور بدلنا چاہیے پس رسم اور رسمی عبادت ٹھیک نہیں-

**اپنی زبان میں دعا کرو:** نمازوں میں دعائیں اور درود ہیں یہ عربی زبان میں ہیں مگر تم پر حرام نہیں کہ نمازوں میں اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگا کرو- ورنہ ترقی نہ ہوگی- خدا کا حکم ہے کہ نماز وہ ہے جس میں تضرع اور حضور قلب ہو ایسے ہی لوگوں کے گناہ دور ہوتے ہیں- چنانچہ فرمایا اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ یعنی نیکیاں بدیوں کو دور کرتی ہیں- یہاں حسنات کے معنے نماز کے ہیں- اور حضور اور تضرع اپنی زبان میں مانگنے سے حاصل ہوتا ہے- پس کبھی کبھی ضرور اپنی زبان میں دعا کیا کرو- اور بہترین دعا فاتحہ ہے- کیونکہ وہ جامع دعا ہے- جب زمیندار کو زمینداری کا ڈھب آ جاوے گا تو وہ زمینداری کے صراط مستقیم پر پہنچ جاوے گا- اور کامیاب ہو جاوے گا- اسی طرح تم خدا سے ملنے کی صراط مستقیم تلاش کرو- اور دعا کرو کہ یا الٰہی میں ایک تیرا گنہگار بندہ ہوں اور افتادہ ہوں- میری راہ نمائی کر- ادنیٰ اور اعلیٰ سب حاجتیں بغیر شرم کے خدا سے مانگو کہ اصل معطی وہی ہے- بہت نیک وہی ہے جو بہت دعا کرتا ہے کیونکہ اگر کسی بخیل کے دروازہ پر سوالی ہر روز جا کر سوال کرے گا تو آخر ایک دن اُس کو بھی شرم آ جاوے گی- پھر خدا تعالیٰ سے مانگنے والا جو بے مثل کریم ہے کیوں نہ پائے- پس مانگنے والا کبھی نہ کبھی ضرور پالیتا ہے نماز کا دوسرا نام دعا بھی ہے- جیسے فرمایا- **اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ** - پھر فرمایا **وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ** جب میرا بندہ میری بابت سوال کرے- پس میں بہت ہی قریب ہوں میں پکارنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ پکارتا ہے- بعض لوگ اُس کی ذات پر شک کرتے ہیں- پس میری ہستی کا نشان یہ ہے کہ تم مجھے پکارو اور مجھ سے مانگو- میں تمہیں پکاروں گا- اور جواب دوں گا اور تمہیں یاد کروں گا- اگر یہ کہو کہ ہم پکارتے ہیں پر وہ جواب نہیں دیتا تو دیکھو- کہ تم ایک جگہ کھڑے ہو کر ایک ایسے شخص کو جو تم سے بہت دور ہے پکارتے ہو- اور

تمہارے اپنے کانوں میں کچھ نقص ہے۔ وہ شخص تو تمہاری آواز سن کر تم کو جواب دے گا۔ مگر جب وہ دور سے جواب دے گا تو تم بباعث بہرہ پن کے سن نہیں سکو گے۔ پس جوں جوں تمہارے درمیانی پردے اور حجاب اور دوری دور ہوتی جاوے گی تو تم ضرور آواز کو سنو گے۔ جب سے دنیا کی پیدائش ہوئی ہے اس بات کا ثبوت چلا آتا ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو رفتہ رفتہ بالکل یہ بات نابود ہو جاتی کہ اُس کی کوئی ہستی ہے بھی۔ پس خدا کی ہستی کے ثبوت کا سب سے زبردست ذریعہ یہی ہے کہ ہم اُس کی آواز کو سن لیں۔ یا دیدار یا گفتار۔ پس آج کل کا گفتار قائم مقام ہے دیدار کا۔ ہاں جب تک خدا کے اور اس سائل کے درمیان کوئی حجاب ہے اُس وقت تک ہم سن نہیں سکتے جب درمیانی پردہ اٹھ جاوے گا۔ تو اُس کی آواز سنائی دے گی۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ تیرہ سو برس سے خدا کا مکالمہ مخاطبہ بند ہو گیا ہے۔ اس کا اصل میں مطلب یہ ہے کہ اندھا سب کو ہی اندھا سمجھتا ہے۔ کیونکہ اُس کی اپنی آنکھوں میں جو نور موجود نہیں۔ اگر (دین حق) میں یہ شرف بذریعہ دعاؤں اور اخلاص کے نہ ہوتا تو پھر (دین حق) کچھ چیز بھی نہ ہوتا اور یہ بھی اور مذاہب کی طرح مردہ مذہب ہو جاتا۔ پس تم ان مردوں کی طرف خیال مت کرو۔ جو خود بھی مردہ اور (دین حق) کو بھی مردہ بناتے ہیں۔ یہ تو درحقیقت ایسا مذہب ہے کہ جس میں انسان ترقی کرتا ہوا فرشتوں سے مصافحہ جا کرتا ہے۔ اور اگر یہ بات نہ تھی تو صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کیوں سکھایا۔ اس میں صرف جسمانی اموال کی طلب نہیں کی گئی بلکہ روحانی انعام کی درخواست ہے۔ پس اگر تم نے ہمیشہ اندھا ہی رہنا ہے تو پھر تم مانگتے کیا ہو۔ یہ دعا فاتحہ ایسی جامع اور عجیب دعا ہے کہ پہلے کبھی کسی نبی نے سکھلائی ہی نہیں۔ پس اگر یہ نرے الفاظ ہی الفاظ ہیں اور اس کو خدا نے منظور نہیں کرنا تو ایسے الفاظ خدا نے ہمیں کیوں سکھلائے۔ اگر تمہیں وہ مقام ملنا ہی نہیں تو ہم پانچ وقت کیوں ضائع کرتے ہیں۔ خدا کی ذات میں بخل نہیں۔ اور نہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ اُن کی پوجا کی جاوے۔ بلکہ اس لئے کہ لوگوں کو تعلیم دیں کہ ہماری راہ اختیار کرنے والے ہمارے ظل کے نیچے آ جاویں۔ جیسے فرمایا۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ یعنی میری پیروی میں تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر محبوب ہونے کی بدولت یہ سب اکرام ہوئے مگر جب کوئی اور شخص محبوب بنے گا۔ تو اس کو کچھ بھی نہیں ملے گا؟......

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ مائدہ لائے ہیں کہ جو چاہے اُس کو حاصل کرے۔ وہ نہ تو دنیا کی دولت لائے اور نہ مہاجن بن کر آئے تھے۔ وہ تو خدا کی دولت لائے تھے اور خود اُس کے قاسم تھے پس اگر وہ مال دنیا نہیں تھا۔ تو کیا وہ گٹھڑی واپس لے گئے۔ پر سچ ہے جس اندھے کے پاس روشنی موجود نہیں وہ کیسے دعوےٰ کر سکتا ہے کہ میں روشنی رکھتا ہوں اور تقسیم کر سکتا ہوں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ انبیاء تو علیٰ وجہ البصیرت ہوتے ہیں۔ پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ بصیرت کسی کو نہیں ملے گی۔ تو گویا یہ خود اس دنیا سے اندھے ہی جاویں گے۔

اگر ان کا ایمان آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سچا ہوتا تو یہ یقین رکھتے کہ وہ آسمانی مال تقسیم کرنے آئے تھے اور ان کا

عقیدہ نہ ہوتا کہ یہ امت تمام امتوں سے فوقیت حاصل کرے گی۔ حالانکہ مانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کی ماں کو وحی ہوتی تھی اب بتاؤ کہ ان کے مردوں کو بھی کبھی ایسی وحی ہوئی ہے۔ لاہور میں ایک مولوی سے میری بحث ہوئی محدث کے لفظ پر۔ کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ محدث وہ ہے جو خدا سے مکالمہ کر سکے اور یہ بات حضرت عمرؓ کے متعلق تھی تو اُس مولوی نے جواب دیا کہ چونکہ اسلام کو آنحضرت کے بعد مکالمہ الٰہی نصیب نہیں اس لئے حضرت عمرؓ کو یہ عہدہ نصیب نہیں ہوا۔ گویا اس امت میں تو دجال ہی آتے رہیں گے۔

**کچھ اپنی نسبت:** مسیح کے متعلق جس زمانہ کی اطلاع احادیث وغیرہ میں دی گئی ہے وہ یہی زمانہ ہے۔ سورہ نور اور بخاری میں منکم کا لفظ صاف ہے۔ آثار تمام نمودار ہو گئے ہیں۔ کسوف وخسوف رمضان میں ہو گیا۔ طاعون آ گئی۔ یہ کیسے کھلے کھلے نشان تھے۔ لیکن لوگ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ نہ تو یہ ہارتے ہیں۔ اور نہ خدا ہارنے والا ہے۔ آخر تم جانتے ہو کہ نتیجہ کیا ہو گا۔ یہی کہ وہ پاک خدا جیتے گا۔ باوجود اس قدر کھلے نشانات کے جواب یہ دیتے ہیں کہ تیس دجالوں میں سے یہ بھی ایک دجال ہے۔ او کم بختو تمہارے حصہ میں دجال ہی دجال رہ گئے ہیں۔ بیرونی اور اندرونی بلائیں تم پر آئیں۔ اور خدا کی طرف سے بھی آیا تو دجال ہی آیا۔ اول تو تم خود بخود مرتے جاتے تھے۔ اب ایسی حالت میں خدا نے تم سے یہ سلوک کیا کہ مرتے کو مارنے کی تجویز ٹھہرائی۔ کیا خدا کو تم سے کوئی ایسی ہی سخت عداوت تھی کہ سختی پر سختی کر رہا ہے۔ یہ انسانی غلطیاں ہیں۔ تم لوگ ان سے ہوشیار رہو۔ خدا بڑا کریم و رحیم ہے۔ جب کسی کے کپڑے پر ہفتہ گذر جاتا ہے تو اس کو فکر لگ جاتی ہے کہ اس کو صاف کرایا جاوے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دنیا پر سو کی جگہ ایک سو بیس برس گذر گئے پر خدا نے تجدید دین کی کوئی تجویز نہ کی اور بجائے تجدید کے دجال بھیج کر اُس کی تخریب کی۔ اس وقت ۳۰ لاکھ مسلمان عیسائی ہو چکا ہے۔ یہ وہ قوم تھی اگر اس میں سے ایک شخص بھی عیسائی ہوتا تھا تو حشر برپا ہو جاتا تھا دوسری طرف ایک اور خبیث قوم نے سر اٹھایا ہے وہ مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر آریہ بنا رہی ہے مگر ان...... مسلمانوں کو یہی خیال آتا ہے کہ ابھی ہمارے اندر دجال ہی پیدا ہوا ہے۔ اور خدا نے بھی ان کے ساتھ یہ دھوکہ کیا کہ دجال کو صدی کے سر پر بھیجا تا کہ ان کی رہی سہی امید بھی باقی نہ رہے۔ معلوم ہوا کہ تمہارے اندر بڑے بڑے خبث اور گناہ پوشیدہ ہیں جس کی تمہیں یہ سزا مل رہی ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو فرمایا ہے **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ** ۔ ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی محافظت کریں گے یعنی جب اس کے معانی میں غلطیاں وارد ہوں گی تو اصلاح کے لئے ہمارے مامور آیا کریں گے۔ پس تم میرے اوپر خیال مت کرو۔ بلکہ صدی کے ابتداء۔ بیرونی حملوں، اور اندرونی اعمال کو دیکھ کر تم خود غور اور فکر کرو کہ آیا دجال کی ضرورت ہے۔ یا مہدی اور مسیح کی۔

تعصب بُری بلا ہوتی ہے۔ تعصب والوں نے تو کسی رسول کو بھی نہیں مانا۔ اور اُن کو دوکاندار قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ خدا کی طرف بلاتے رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم ضرور ہمیشہ ساتھ رہی ہے اور رہے گی۔ قرآن کریم کا ابتداء، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہے۔ رحمان بے مانگے دینے والا۔ اور رحیم محنت کو نہ ضائع کرنے والا۔ پس اس وقت رحمانیت اور رحیمیت

کہاں گئی۔ سوچو تو سہی کہ یہ اُس کے مناسب حال ہے یا کیا؟ اصل میں جب انسان تعصب پر آتا ہے۔ تو آنکھ دھندلی ہو جاتی ہے اور جب اُس میں ترقی کرتا ہے تو وہ نور چھین لیا جاتا ہے۔ پس ہدایت پانے کا طریق اشتہار بازی نہیں۔ ان لوگوں سے پوچھو کہ تم ایک دفعہ بھی میرے پاس آئے ہو۔ اور اپنے اعتراضات کا جواب پوچھا ہے۔ یا کم سے کم میری تصانیف کو ہی دیکھا ہے۔ تو جواب دیں گے کہ میاں ہم کو ان باتوں کی فرصت نہیں۔ پھر تم نے جھٹ دجال کا فتویٰ کیوں لگا دیا۔ پھر ہم نے دین میں کون سی تحریف کی ہے۔ تم منہ سے نماز اور روزہ کا نام لیتے ہو۔ اور میں کہتا ہوں کہ ان کی روحانیت لو۔ صرف میں ہی نہیں کہتا بلکہ وہ خدا کہتا ہے جس نے مجھے مامور کیا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ تمہارے پوست میں کیفیت داخل ہو جاوے۔

ہاں تمہارے ہمارے درمیان مسیح کا جھگڑا ضرور ہے۔ لیکن خدا کی کلام سے زیادہ سچا گواہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہمیں دوسرے کے قول سے کیا غرض ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، حق اور سچ ہیں۔ مگر جو قرآن کریم کے خلاف نہ ہوں۔ پس ہمیں ایمان محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے قصوں پر جو احادیث میں درج ہیں قرآن کریم کو مقدم رکھیں۔ پس ہم تو قرآن کریم کو ترجیح دیں گے۔ اور جو احادیث قوی اور صحیح ہیں وہ ضرور قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور ہمارے دعوے میں ہماری مویّد ہیں۔ پس ہمارا اور ان لوگوں کا اور کوئی اختلاف نہیں بجز اس کے کہ یہ پوست پر قناعت کرتے ہیں اور ہم مغز کو چاہتے ہیں۔ مسیح کی موت کا قرآن نے خود فلمّا توفیتنی میں فیصلہ کر دیا ہے۔ اگر ہم قبول کر لیں کہ مسیح ناصری آج تک زندہ ہے تو ہمیں یہ بھی قبول کرنا پڑے گا۔ کہ عیسائی بھی آج تک راہ راست پر ہیں۔ اور اس کی قرآن خود تردید کرتا ہے۔ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ ۔۔۔۔۔۔ الآیۃ میں۔ مجھے میرے خدا نے ہزار ہا وحیوں میں مامور کیا ہے۔ اور وہ وہی بات ہے جو تیرہ سو برس پہلے سے لکھی ہوئی تھی۔ ہمارا اور ان کا کوئی جھگڑا نہیں......

پس ہمارے لوگ ہمارے مخالفین سے سختی سے پیش نہ آیا کریں اُن کی درشتی کا نرمی سے جواب دیں اور ملاطفت سے سلوک کریں۔ چونکہ یہ خیالات مدت مدید سے اُن کے دلوں میں ہیں رفتہ رفتہ ہی دور ہوں گے۔ اس لئے نرمی سے کام لیں۔ اگر وہ سخت مخالفت کریں۔ تو اعراض کریں۔ مگر اس بات کے لئے اپنے اندر قوت جاذبہ پیدا کرو۔ اور قوت جاذبہ اُس وقت پیدا ہو گی جب تم صادق مومن بنو گے......

اس ہماری جماعت کے واسطے خدا کا وعدہ ہے کہ دنیا میں پھیلے گی۔ پھر اگر طاقت والے اس کے پھیلانے والے اور لوگ ہوں گے۔ تو تم نے کیا حاصل کیا۔

اب سوال یہ ہو گا کہ طاقت کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صادق اور پکا بندہ بن جاوے تا کہ کسی زلزلہ سے برگشتہ اور منہ پھیرنے والا نہ ہو۔ صحابہ کرام سارے ہی باخدا اور عاقل تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بڑھ کر ایسے وفادار تھے کہ کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی لئے آپ کو سانپوں اور درندوں اور خاردار کانٹوں والا جنگل اُس کے درندے حیوانات انسانی شکل میں دکھلائے گئے پھر ملک بھی ایسا اُس کے سپرد کیا کہ جس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی شریر النفس نہ

تھا- پھر آئے ایسے وقت پر کہ تمام مردہ اور فساد کی جڑ تھے جیسے فرمایا ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ - اور گئے ایسے وقت پر کہ فرمایا

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ الآیۃ اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ الْفَتْحُ - الآیۃ -

اس کو معجزہ کہتے ہیں- اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنی محبت الٰہی اور قوت جاذبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر تھی- پس خدا کے خاص بندوں اور غیروں میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ قوت ایمانی اور استقامت ایسی ہو کہ کسی رُکاوٹ شدید سے باز نہ رہے- اس صفت سے جس کو جتنا حصہ ملا ہے اُتنا ہی وہ برکت کا موجب ہوگا میرا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی تبدیلی کے واسطے تین باتیں یاد رکھو- (۱) نفس امارہ کے مقابل پر تدابیر اور جدوجہد سے کام لو- (۲) دعاؤں سے کام لو- (۳) سست اور کاہل نہ بنو- اور تھکو نہیں-

ہماری جماعت بھی اگر بیج کا بیج ہی رہے گی- تو کچھ فائدہ نہ ہوگا- جو ردی رہتے ہیں خدا ان کو بڑھاتا نہیں- پس تقویٰ، عبادت اور ایمانی حالت میں ترقی کرو- اگر کوئی شخص مجھے دجال اور کافر وغیرہ ناموں سے پکارتا ہے تو تم اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کرو- کیونکہ جب خدا میرے ساتھ ہے تو مجھے ان کے ایسے بدکلمات اور گالیوں کا کیا ڈر ہے- فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کافر کہا تھا- ایک زمانہ ایسا آ گیا کہ پکار اٹھا- کہ میں اُس خدا پر ایمان لایا جس پر موسیٰ اور اُس کے متبع ایمان لائے ہیں- ایسے لوگ یاد رکھو کہ مخنّث اور نامرد ہوتے ہیں- یہ تو ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے ایک بچہ بعض اوقات اپنی ماں اور باپ کو بھی ناسمجھی کی وجہ سے گالی دے دیتا ہے- مگر اُس کے اُس فعل کو کوئی بُرا نہیں سمجھتا-

پس یاد رکھو کہ نری بیعت اور ہاتھ پر ہاتھ رکھنا کچھ بھی سودمند نہیں- جب کوئی شخص شدتِ پیاس سے مرنے کے قریب ہو جاوے یا شدتِ بھوک سے مرنے تک پہنچ جاوے- تو کیا اُس وقت ایک قطرہ پانی یا ایک دانہ کھانے کا اُس کو موت سے بچالے گا- ہرگز نہیں جس طرح اُس بدن کو بچانے کے واسطے کافی خوراک اور کافی پانی بہم پہنچانے کے سوا مفر نہیں- اسی طرح پورے جہنم سے- تھوڑی سی نیکی سے تم بھی بچ نہیں سکتے- پس اس دھوکہ میں نہ رہو کہ ہم نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا ہے- اب ہمیں کیا غم ہے- ہدایت بھی ایک موت ہے- جو شخص یہ موت اپنے اوپر وارد کرتا ہے اُس کو پھر نئی زندگی دی جاتی ہے اور یہی اصفیاء کا اعتقاد ہے- اللہ تعالیٰ نے بھی اسی ابتدائی حالت کے واسطے فرمایا-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ -

یعنی پہلے اپنے آپ کو درست کرو اپنے امراض کو دور کرو- دوسروں کا فکر مت کرو- ہاں رات کو اپنے آپ کو درست کرو اور دن کو دوسروں کو بھی کچھ ہدایت کر دیا کرو- خدا تعالیٰ تمہیں بخشے اور تمہارے گناہوں سے تمہیں مخلصی دے- اور تمہاری کمزوریوں کو تم سے دور کرے- اور اعمال صالح اور نیکی میں ترقی کرنے کی توفیق دیوے- (آمین) والسلام''

(اخبار الحکم قادیان ۱۰-۱۷/ نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۶-۸)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا قرب الٰہی کے حصول، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے اور انجام بالخیر کے لئے نہایت اہم ارشاد

# اس زمانہ میں قربِ الٰہی کا اہم ذریعہ نظام وصیت ہے

## ہر احمدی کو فکر اور کوشش کر کے نظام وصیت میں شامل ہونا چاہئے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ یو۔کے ۲۰۰۴ء کے اختتامی خطاب میں نظام وصیت کے بارہ میں احباب جماعت احمدیہ کو تحریک فرمائی:

''اللہ تعالیٰ کا قرب پانے اور انجام بخیر ہونے کے لئے ایک اور ذریعہ بھی ہے جو تمہیں نیکیوں پر قائم رکھنے اور پاک تبدیلیاں پیدا کرنے میں مددگار ہوگا بلکہ انتہائی اہم نسخہ ہے اور اس سے اللہ کے دین کی اشاعت کے سامان بھی پیدا ہو رہے ہوں گے اور حقوق العباد کی ادائیگی بھی ہو سکے گی اور وہ ہے نظام وصیت جو حضرت مسیح موعود نے مقرر فرمایا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود نے رسالہ ''الوصیت'' لکھا اور اس کے لکھنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ اور میرے بعد ایک تو خلافت کا سلسلہ شروع ہوگا جو میرے کاموں کی تکمیل کرے گا اور دوسرے اس سلسلہ کو چلانے کے لئے ایسے مخلصین جماعت میں پیدا ہوتے رہیں گے جو روحانیت کے اعلیٰ معیار پر پہنچنے والے اور بہشتی قرار پائیں گے۔ اس وجہ سے ان کا علیحدہ قبرستان ہوگا جہاں ان کی تدفین ہوگی۔ حضرت مسیح موعود نے اس قبرستان کے لئے دعا کی کہ خدا اس میں برکت دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کر لی۔

حضور انور نے احباب جماعت کو نصیحت فرمائی کہ ہر احمدی کو فکر اور کوشش کر کے نظام وصیت میں شامل ہونا چاہئے کیونکہ اس میں شمولیت کی برکت سے پاک روحانی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس میں شامل ہو کر حضرت مسیح موعود کی ان دعاؤں کا بھی وارث بننا چاہئے جو آپ نے اس نظام میں شامل ہونے والوں کے لئے کی ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس نظام میں تا حال شامل ہونے والوں کی رفتار کم ہے اور ۳۸۰۰۰ افراد اس میں شامل ہیں۔ میری خواہش ہے کہ اس میں شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھے اور ۲۰۰۵ء تک جب اس نظام پر ۱۰۰ سال پورے ہو جائیں تو ۱۵۰۰۰ نئی وصایا ہو جائیں۔ اور دوسری خواہش یہ ہے کہ ۲۰۰۸ء میں جب نظام خلافت کے قیام پر ۱۰۰ سال پورے ہوں تو دنیا کے ہر ملک میں جماعت کے چندہ دہندگان میں سے کم از کم ۵۰ فیصد افراد ایسے ہوں جو نظام وصیت میں شامل ہو چکے ہوں۔ اور یہ بھی جماعت کی طرف سے خدا کے حضور ایک نذرانہ ہوگا۔ خدام الاحمدیہ، انصاراللہ کی صف دوم اور لجنہ اماء اللہ کو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔''

(از اختتامی خطاب یکم اگست مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ ۹ راگست ۲۰۰۴ء)

# حضرت اقدسؑ کی لیکچر گاہ کو روانگی

## مخالفت - پر ہجوم جلوس - زائرین کا اشتیاق

حضرت اقدسؑ کی لیکچر گاہ کے لئے روانگی کی روئیداد بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب...... فرماتے ہیں۔

''**لیکچر گاہ:** لیکچر کے لئے ہز ہائنس مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر کی وسیع سرائے (جو ریلوے سٹیشن کے متصل واقع ہے۔) تجویز ہوئی تھی چنانچہ یکم نومبر کی شام کو بڑی عجلت اور تیزی کے ساتھ اس میں شامیانوں کا انتظام کیا گیا۔ اور دریوں کا فرش بچھایا گیا ایک مختصر سا پلیٹ فارم تیار کر لیا گیا اور کرسیوں وغیرہ کو ترتیب سے لگایا گیا۔

غالباً ہمارے ناظرین حیران ہوں گے کہ جب کہ لیکچر کا دیا جانا قرار پا چکا تھا پھر عین وقت پر یہ انتظام کیوں کیا گیا؟ کیوں نہ پہلے سے سب کام آراستہ کر لیا گیا اصل بات یہ ہے کہ پہلے لیکچر کے لئے اسی محلہ میں جہاں حضرت حجۃ اللہ فروکش تھے۔ جناب سید میر حسن صاحب کا ایک خالی میدان لیکچر کے لئے تجویز ہوا تھا۔ لیکن بعد میں مکان کی تنگی کے سوال نے جماعت سیالکوٹ کو تبدیلی لیکچر گاہ کے لئے متوجہ کیا۔ اس لئے اس قدر جلدی میں وہ سب سامان جو ایک جگہ لگایا گیا تھا اکھاڑنا پڑا اور اس کے بعد اسے دوسری جگہ نصب کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ مگر ہمارے مستعد اور جوان ہمت احباب نے جس خوشی اور چابکدستی سے یہ انتظام کیا وہ حیرت انگیز تھا۔ سب سے بڑھ کر جس امر نے ہمیں متعجب کیا وہ میر حکیم حسام الدین صاحب کا اس پیرانہ سالی میں کام کرنا تھا۔ مختصر یہ کہ لیکچر گاہ راتوں رات تمام ضروری سامان سے آراستہ کیا گیا۔ لوگوں کو جگہ نہ ملنے کا اس قدر خیال تھا کہ بہت سے لوگ رات ہی کو وہاں سوئے اور اکثر علی الصباح اٹھ کر فجر کی نماز سے بھی پہلے وہاں جا پہنچے۔

**ہم اور ہمارے مخالف:** لیکچر جس کامیابی سے ہوا اور لیکچر کے سننے والے کس قدر مشتاق تھے اس کا ذکر ہم ذرا آگے چل کر بیان کریں گے۔ پہلے یہ دکھانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں نے کیا کیا اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ کی راہ میں وہ کس طرح تاک لگا کر بیٹھے اور کس کس طرح انہوں نے سیالکوٹ کی اسلامی پبلک کو وہاں جانے سے روکا اور آخر اپنے اس مقصد میں انہیں کس قدر ناکامی ہوئی۔ یہ سب امور اس قابل ہیں کہ نہایت تدبّر اور غور کن طبیعت کے ساتھ ان پر نظر کی جاوے۔

**مخالفت کا سلسلہ کب سے شروع ہوا:** اس سلسلہ مخالفت کی ابتدائی تاریخ وہ تھی جب ہمارے محسن ومخدوم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے درخشندہ گوہر"......لیڈر" (الہامی الفاظ......ناقل) مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے وہاں قدم رکھا تھا۔ سیالکوٹ میں مولوی صاحب کی آمد کیا تھی۔ ع

اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

ان کا وہاں قدم رکھنا تھا کہ مخالفت کا ایک طوفان بے تمیزی جوش میں آنے لگا۔ اور جب انہوں نے سیالکوٹ میں تقریر کرنے کا اشتہار دیا اور ان کی ایک تقریر میں ایک سیالکوٹی ملا اپنی شتاب کاری کے باعث نکالا گیا تو اس نے ایک خطرناک جوش پیدا کر دیا۔ اور اپنی چیخ وپکار سے اپنے دوسرے ہم مشربوں کو اکٹھا کرنے کا منصوبہ کیا گیا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو مخالفت کی جاوے۔

**یہ مخالفت ہمارے سلسلہ کی سچائی کا ثبوت ہے:** اس مخالفت کو دیکھ کر ہمیں حیرت نہیں بلکہ خوشی ہونی چاہئے کیونکہ یہ ہمارے سلسلہ کی سچائی کی زبردست دلیل ہے۔ اگر اس سلسلہ میں سچائی نہ ہوتی اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس کی ہرگز ہرگز مخالفت نہ کی جاتی۔ یہ مخالفت اس امر پر کامل دلیل ہے کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

**صداقت کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے؟** اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان چونکہ حق کا دشمن ہے وہ اس کی اشاعت کو پسند نہیں کرتا اس لئے مختلف صورتوں اور شکلوں میں وہ اس کی مخالفت کے مشن کو پورا کرتا ہے۔

حقیقت میں حیران کر دینے والی بات ہے کہ دنیا میں بہت سے بدکار، فاسق، فاجر، امن عامہ کے دشمن جرائم پیشہ لوگ موجود ہیں لیکن ان کی مخالفت کے لئے اس قدر جوش اور تحریک کبھی پائی نہیں جاتی جس قدر ایک مامور من اللہ اور مصلح ربانی کی مخالفت کے لئے جوش اور غضب ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی پاک سیرت کو پڑھو اور غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ابناءِ دنیا نے ان پر اپنے زعم فاسد میں زمین کو تنگ کر دیا اور ہر طرح سے ان کی مخالفت پر وہ اٹھے لیکن آخر خدا تعالیٰ نے انہیں کامیاب کیا۔ اس مخالفت میں ایک سِرّ بھی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی، اس کی قدرت اور تصرف پر ایک زندہ ایمان پیدا ہو۔ کیونکہ وہ انسان جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے مادی دنیا والے تو اپنے اسباب اور منصوبوں سے اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں پھر اس کا بامراد ہونا اور کامیاب ہونا اگر خدا تعالیٰ کی تائید اور تصرف سے نہیں ہے تو پھر ہمیں کوئی بتائے اور جز ان کی کامیابی کی کیا ہوتی ہے۔

غرض حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی سیالکوٹ تشریف آوری اور پھر سیالکوٹ میں ان کی تقریروں کے عام اثر نے جب سعادت مندوں کو اپنی طرف متوجہ کیا تو آدم کے ابتدائی دشمنوں نے اپنی ہلاکت کو محسوس کرتے ہوئے مخالفتِ حق کا پہلو اختیار کرنا چاہا اس کے بعد ہمارے مخالف لوگوں نے امرتسر لاہور اور دوسرے مقامات سے جہاں ان کو موقع ملا اُن لوگوں کو بلایا جو اس سلسلہ کی مخالفت اور تلخ اور نازیبا مخالفت میں دستار فضیلت حاصل کر چکے تھے۔ جوں جوں حضرت اقدس کی آمد کا شہرہ سیالکوٹ میں ہوتا گیا اور آنے کے دن قریب ہوتے گئے اسی قدر مخالفت کا بازار گرم اور تیز ہوتا گیا۔ جیسا

کہ ہم نے پہلے ظاہر کیا ہے۔ ان لوگوں نے سیالکوٹ کے مسلمانوں سے کوئی دقیقہ اس قسم کے معاہدہ کرنے میں نہ چھوڑا کہ وہ حضرت اقدسؑ کی زیارت کے لئے ہرگز نہ جائیں گے۔ جب وہ اس قسم کے معاہدوں اور روزانہ وعظوں میں بھی کامیاب نہ ہوئے اور ہزاروں ہزار مخلوق حضرت کی زیارت کے لئے پہنچی۔ تو دوسری کوشش انہوں نے اس جلسہ کو ناکام بنانے کی شروع کی......غرض ہمارے مخالفوں نے اپنی پہلی کوشش میں ناکام اور نامراد رہ کر اس لیکچر میں لوگوں کو جانے سے روکنے کی جو کوششیں کیں ان میں سے یہاں ہم فی الحال ایک کا ذکر کرتے ہیں جس سے دوسری مساعی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اگرچہ کسی دوسرے مقام پر مخالفوں کے چیلنج پر بھی ہم نظر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

**<u>لیکچر میں جانے سے روکنے کی کوشش</u>:** ناظرین لیکچر کے اشتہار میں پڑھ چکے ہیں کہ حضرت اقدس کے لیکچر کا وقت سات بجے رکھا گیا تھا اس لئے ہمارے مخالفوں نے جیسا کہ ان کے اشتہار سے معلوم ہوگا وعظ کا وقت چھ بجے صبح رکھا یعنی گھنٹہ پیشتر اور پھر جس راستہ سے اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ کا گذر تھا۔ اور جو جو راستے مخلوق کے آنے کے تھے ان تمام راستوں کو روکا گیا جیسا کہ ان کے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے۔ جو ہم یہاں دیتے ہیں۔

## اعلان

جمیع اہل اسلام کو واضح ہو کہ کل بروز بدھ مورخہ ۲؍نومبر ۱۹۰۴ء بوقت صبح ۶ بجے علمائے کرام حنفیہ کا مقامات ذیل پر وعظ شروع ہوگا سب اہل اسلام تشریف لا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

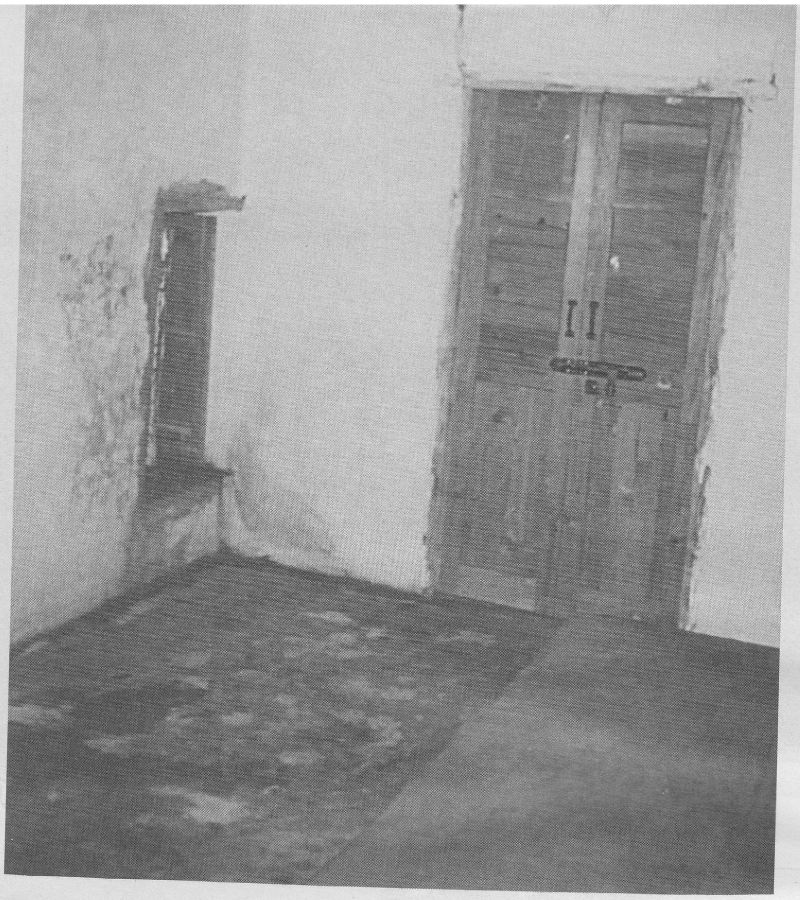
تقسیم مجالس وعظ مولوی صاحبان حنفیہ بروز بدھ مورخہ ۲؍نومبر بوقت ۶ بجے۔

| نام مقام | نام علمائے کرام |
|---|---|
| مسجد کلاں دو دروازہ | جناب مولوی غلام مصطفٰے صاحب امرتسری<br>جناب مولوی نور محمد صاحب واعظ ممبئی حال وارد سیالکوٹ |
| اڈہ آغا محمد شہباز خان صاحب | مولوی نور اللہ شاہ۔ ملاں محمد بخش صاحب لاہوری و مولوی خیر شاہ صاحب |
| متصل دروازہ سرائے | عالی جناب سید جماعت علی شاہ صاحب و حافظ ظفر علی صاحب |
| مکان مستری عبداللہ ترکھان متصل سرائے | مولوی نور الحسن صاحب۔ مولوی غلام اللہ صاحب قصوری |

المعلن:۔ ماسٹر کرم الٰہی بی اے مختار وغیرہ۔

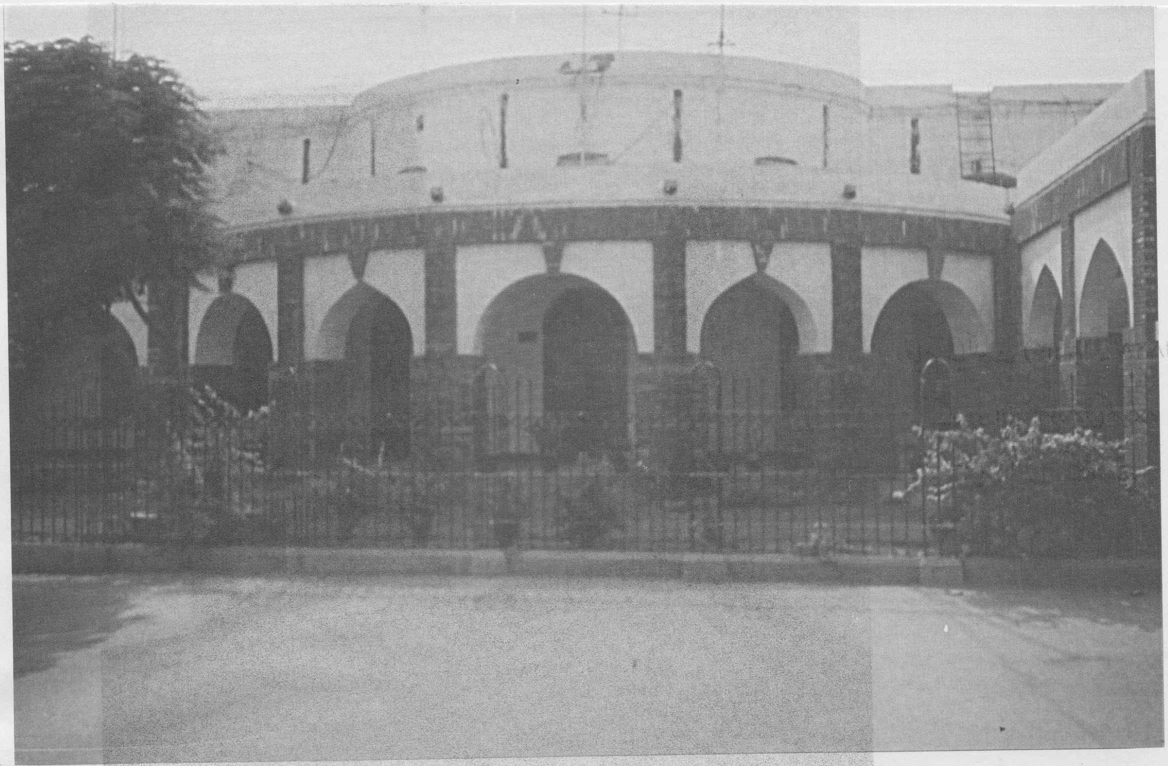
اس اشتہار کو پڑھ کر ناظرین ممکن ہے اس نتیجہ پر پہنچیں کہ پھر تو جلسہ میں پوری ناکامی ہوئی ہوگی لیکن نہیں مخالفوں کی خلاف امید جلسہ پوری کامیابی کے ساتھ ہوا۔ اور ان کا منصوبہ انہیں پر پڑا یعنی ان کو اپنے مقاصد میں پورا ناکام ہونا پڑا وہ

قیام سیالکوٹ (۱۸۶۴ ۔ ۱۸۶۸)
کے دوران حضور اس کمرے
میں رہائش رکھتے تھے





حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے رہائشی مکان کا بیرونی منظر (۱۸۶۴۔۱۸۶۸ء)



ضلع کچہری سیالکوٹ جہاں حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہ نے ۱۸۶۴ تا ۱۸۶۸ میں ملازمت کی



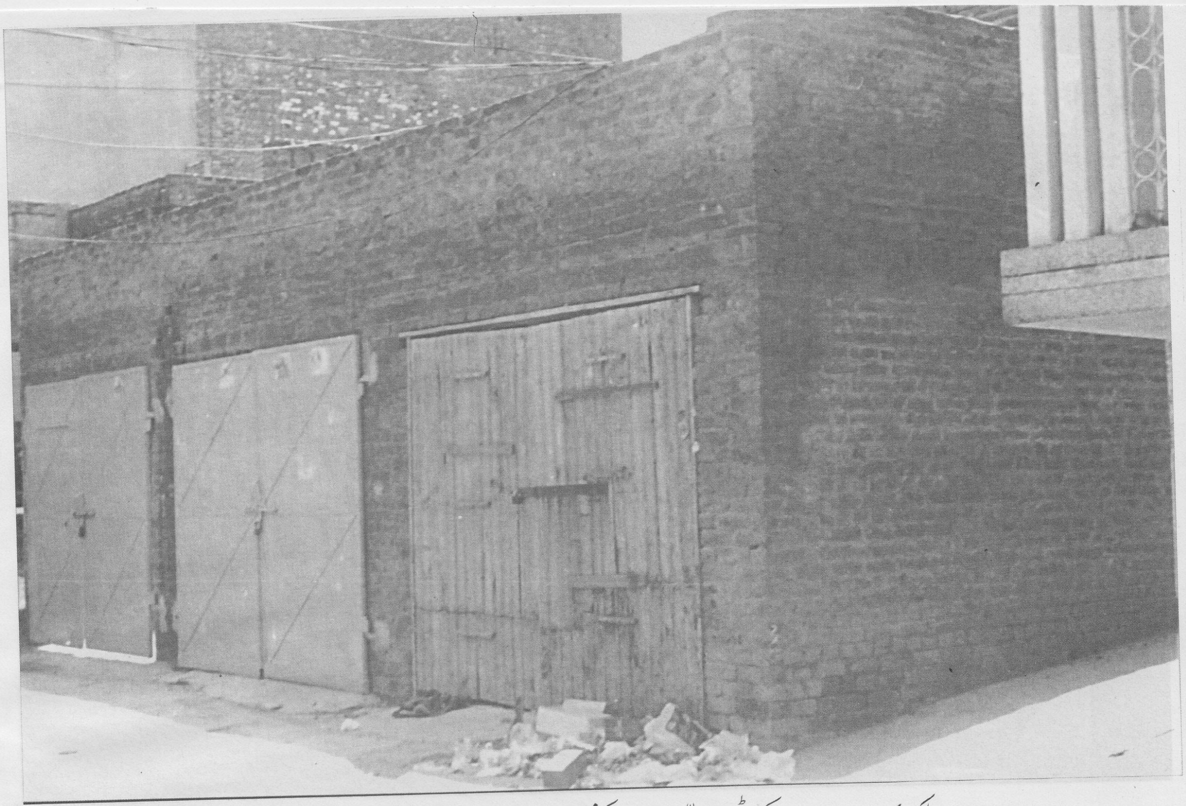

ضلع کچہری سیالکوٹ کے سامنے چوک جہاں حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک سکھ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا



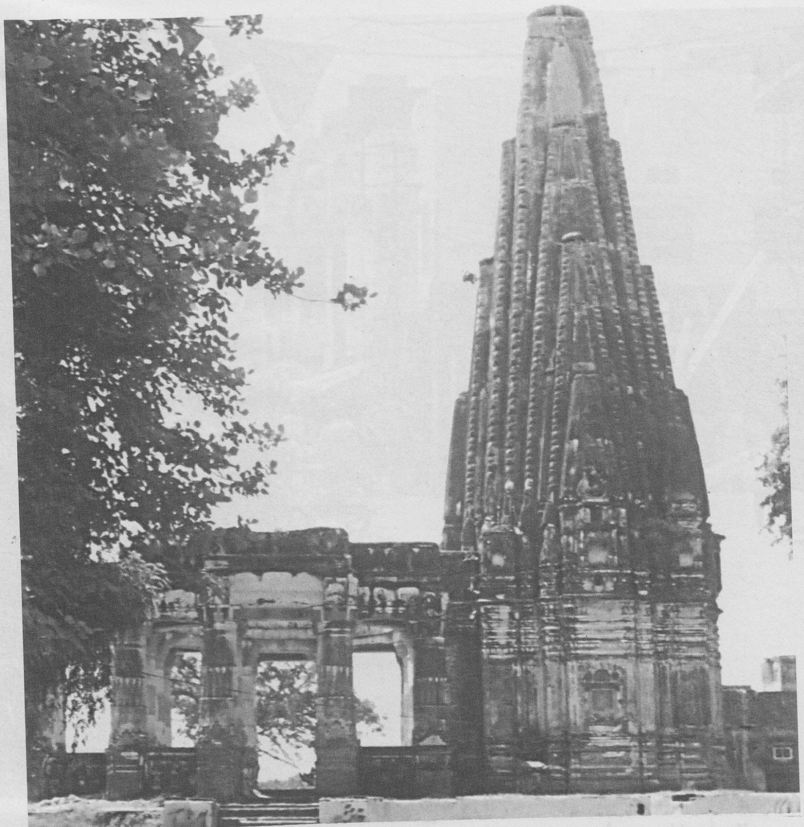
کچہری روڈ دوڑ کا راستہ (موجودہ تصویر)




دوڑ کا آخری مقام مجاہد روڈ (موجودہ تصویر) جہاں برساتی نالے کا پل تھا۔



حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا محلّہ سلطان کشمیری میں خاندانی مکان (جہاں اب گیراج بنا ہوا ہے)



مندر سردار تیجا سنگھ ۔ جہاں بجلی گرنے کا واقعہ ہوا



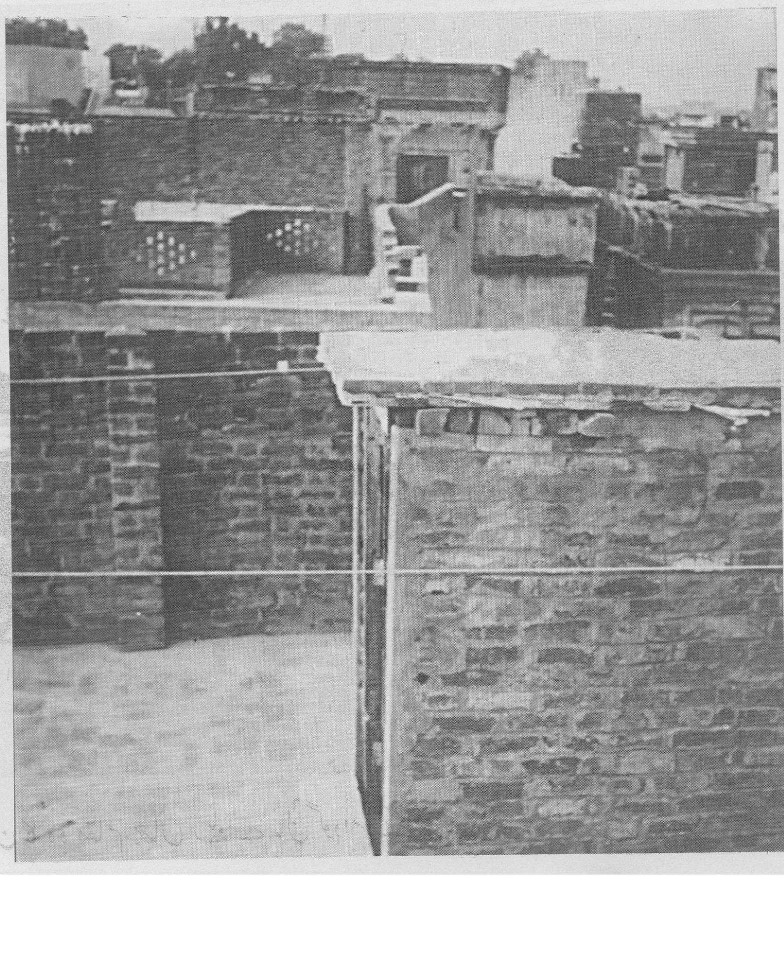

سیالکوٹ ریلوے اسٹیشن ۔ (اسٹیشن کی موجودہ تصویر)



ریلوے اسٹیشن کا وہ مقام جہاں ریلوے مال گودام کے قریب حضرت اقدس کی گاڑی کھڑی کی گئی

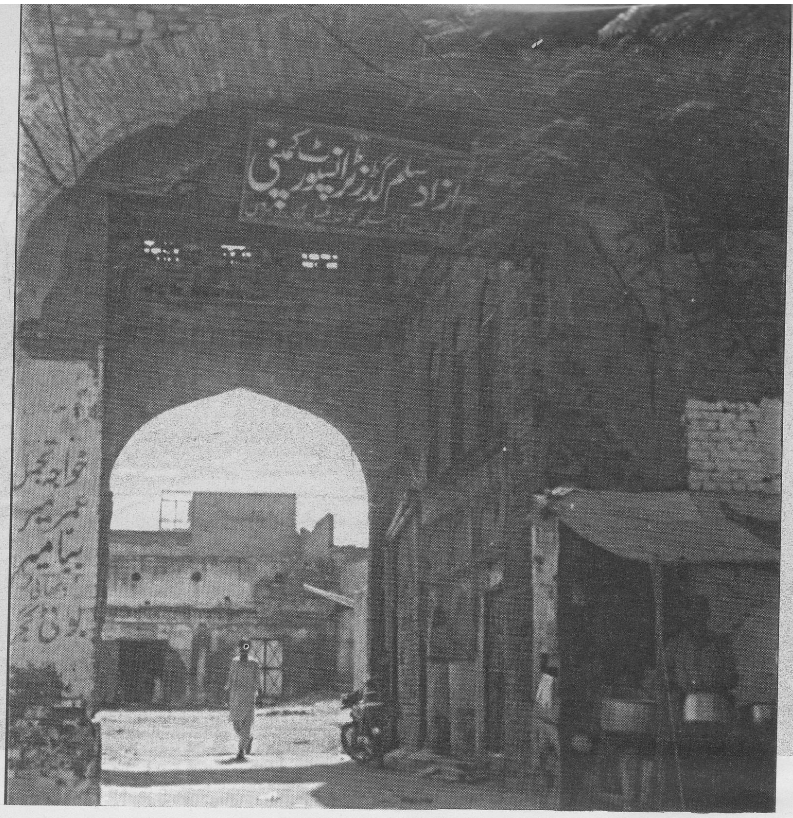


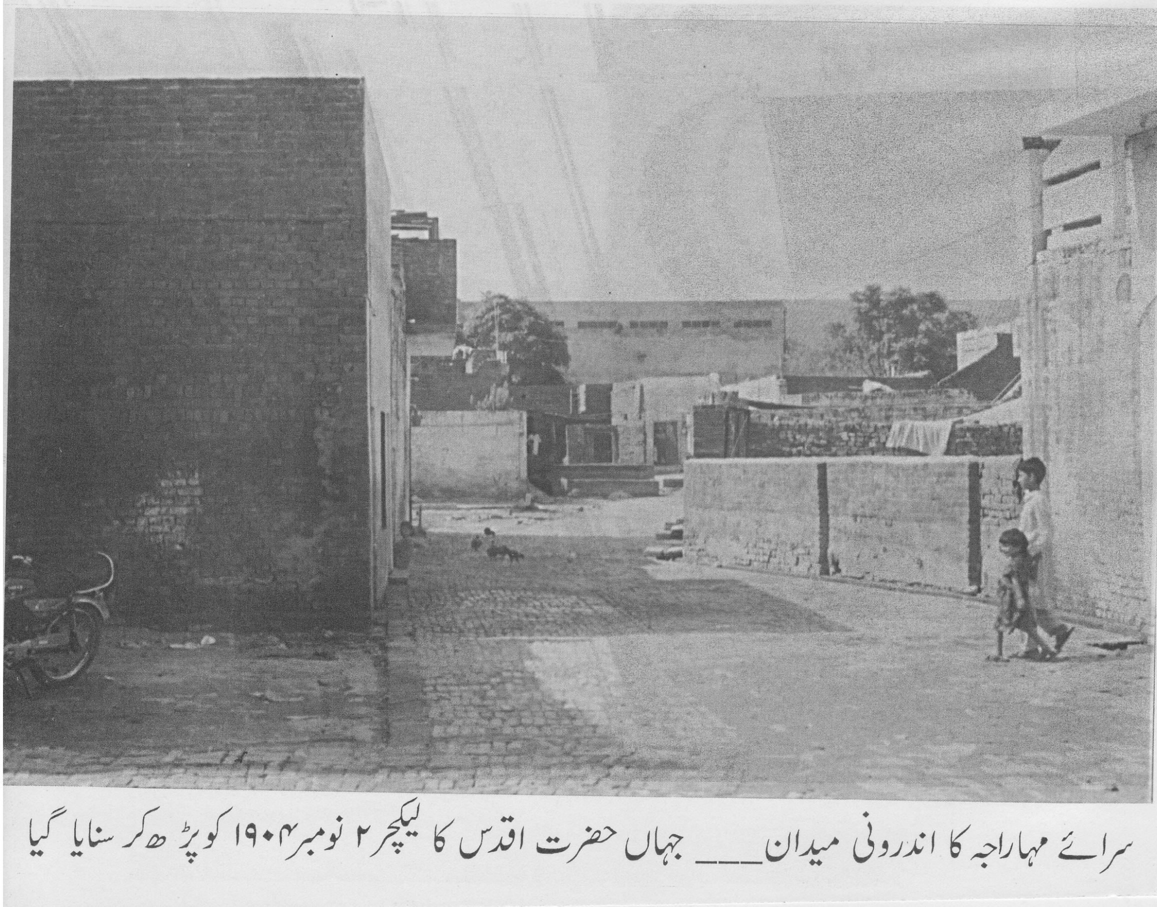
حضرت حکیم میر حسام الدین صاحب کا مکان جہاں حضور نے ۱۹۰۴ء میں قیام فرمایا



مکان کی چھت کا منظر
جہاں حضرت اقدس نے
لیکچر سیالکوٹ تحریر فرمایا

سرائے مہاراجہ
جموں وکشمیر کا
بیرونی گیٹ



سرائے مہاراجہ کا اندرونی میدان ___ جہاں حضرت اقدس کا لیکچر ۲ نومبر ۱۹۰۴ کو پڑھ کر سنایا گیا

اداریہ

# حضرت اقدس بانئ سلسلہ احمدیہ اور سرزمین سیالکوٹ

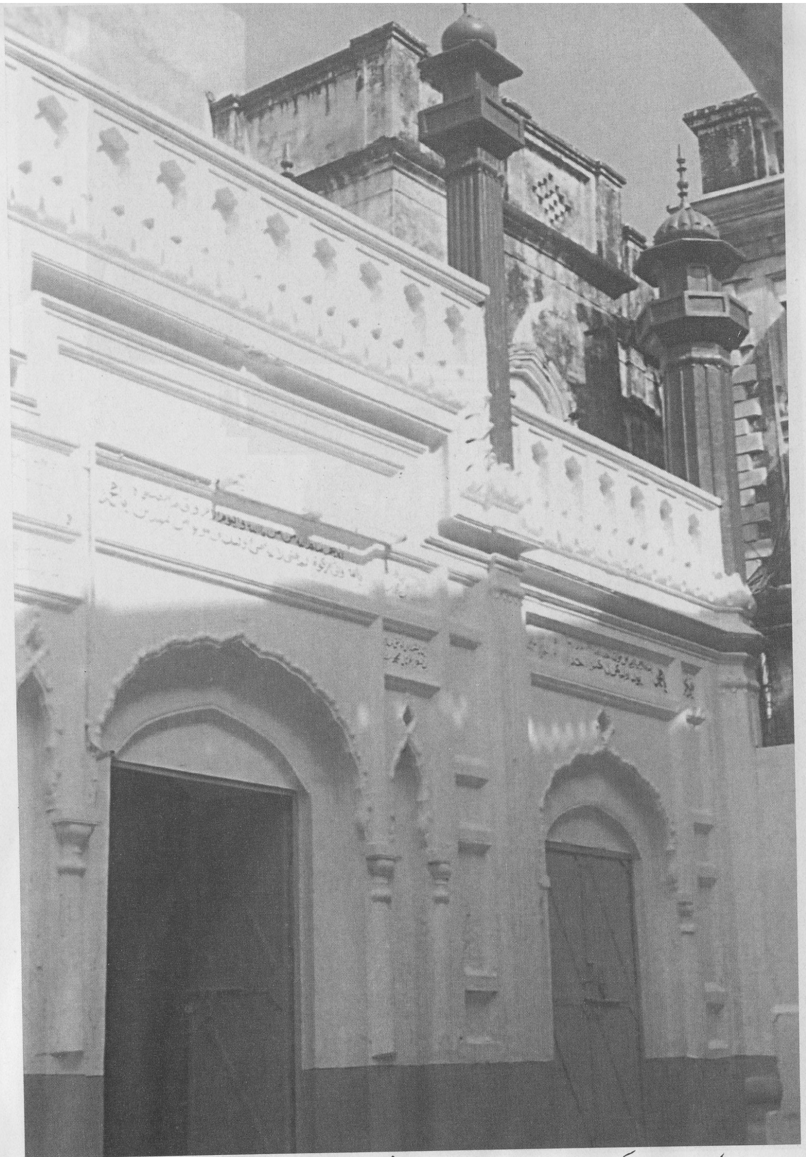
خدائے بزرگ و برتر کے برگزیدہ اپنے اقوال اور اعمال میں منشائے الٰہی کے تابع ہوتے ہیں اور ان کی حرکات و سکنات میں آسمانی مصالح ہوتے ہیں۔ ان کا مطلوب ومقصود جب محبت و ہمدردئ خلق اللہ ہوتا ہے تو وہ دعوت الی اللہ میں سرگرم ہوتے ہیں۔ اور اس کے لئے اپنے مسکن کے آرام وآسائش کو تج کئے تشنہ روحوں کی تلاش میں سفر کی آزمائش میں پڑتے ہیں اور پھر یہی آزمائش سفران کی ظفر کا باعث بنتی ہے۔

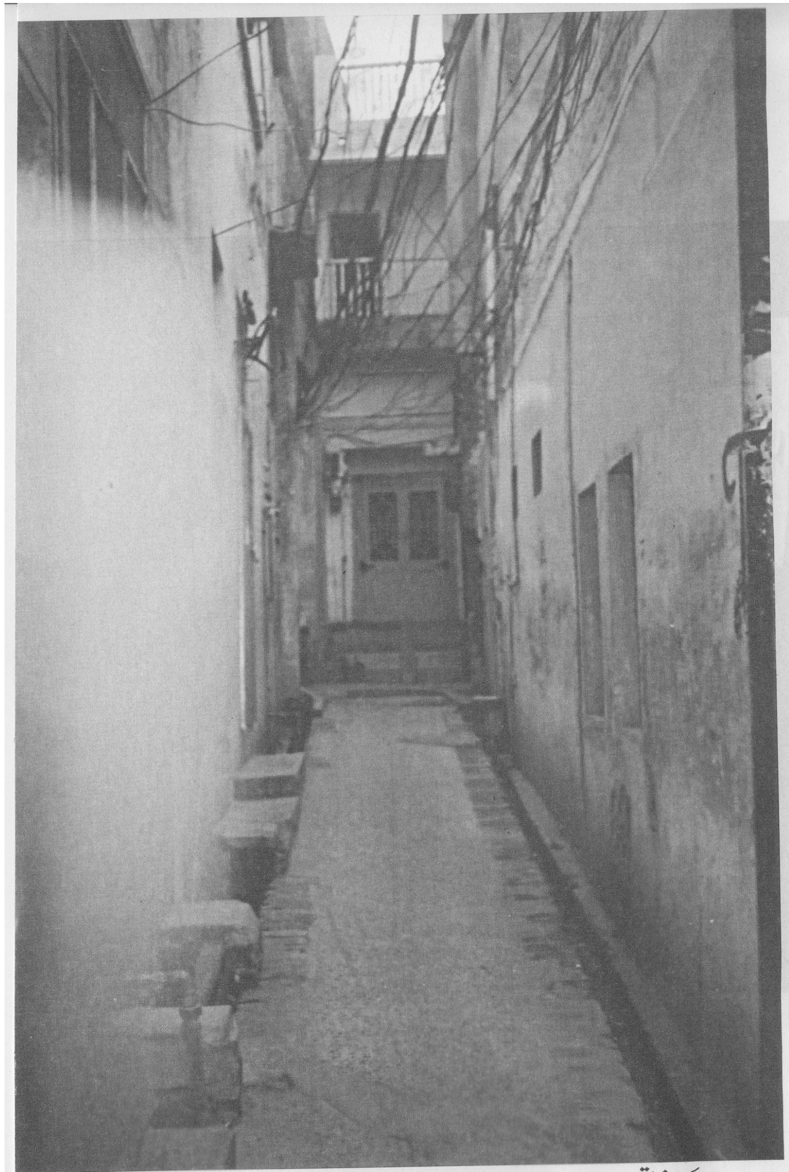
حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی پاک سرشت اپنی ابتدائی زندگی سے ہی معبودِ حقیقی کی عبادت میں محویت کا رنگ لئے ہوئے ۔ دنیوی مشاغل سے بےتعلق اور دینی اعمال وافعال میں فناء اطاعت ومحبت رسولؐ سے محبت الٰہی کی معراج پانے والا وہ عظیم الشان وجود اطاعت پدری سے مجبور دنیوی گھما گھمی میں مصروف اور کاروباری شہر سیالکوٹ کو مسکن بناتا ہے۔ جس میں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ اس شہر کو بھی شاہد بنالے کہ دنیوی آلائشوں بھری زندگی والے شہر میں وہ تقویٰ سے اپنے اوقات گزارتا ہے۔ اس کا وقت اپنے رب کی عبادت گزاری، عشق قرآن اور عشق رسولؐ میں گزرتا ہے۔ اپنے عنفوانِ شباب کے وہ سال نہایت پاکیزگی اور تقویٰ سے بسر کرتا ہے۔ مخلوق خدا کی خدمت اور ہمدردی کے ساتھ ساتھ وہ دین حق کے نور کو بھی پھیلاتا ہے جس سے عیسائیت کا طلسم هَبَاءً مَّنْثُورًا ہوجاتا ہے۔

یہی محرک تھا حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ (بانی سلسلہ احمدیہ) کے اِس ورود سیالکوٹ کا، جس میں آپ نے اہل سیالکوٹ کو محبت کا پیغام دیا۔ پاک سرشت رکھنے والوں نے اس پیغام محبت کو قبول کیا۔ ہزاروں پروانوں نے اس شمعِ ہدایت پر اپنے جذباتِ فدائیت کا مظاہرہ کیا اور اس آفتاب روحانی کے نور سے اپنے دلوں کو منور کیا۔ چشمِ فلک نے دکھایا کہ یہ وہی مقدس روح ہے جو اپنے شاہدین کو کہہ رہی ہے "فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُراً مِنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" کہ اے عقل ودانش رکھنے والو! کیا میں نے تمہارے درمیان اس سے قبل ایک عمر نہیں گزاری؟

اسی امر واقعہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے اہل سیالکوٹ کو اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا۔ فرمایا:

"براہین کی تالیف کے زمانہ کے قریب اسی شہر میں تقریباً سات سال پہلے رہ


بیت المبارک (حضرت حکیم میر حسام الدین صاحب) کا بیرونی منظر (جہاں حضرت اقدس نمازیں ادا کرتے رہے)


یہاں وہ بالکونی تھی جہاں حضرت اقدس ایستادہ ہوئے اور سینکڑوں احباب نے آپ کی زیارت

چاہتے تھے کہ لیکچر سننے کے واسطے کوئی متنفس بھی وہاں نہ جاوے اور اپنی طرف سے انہوں نے سارے ناکے اور راستے روکے تھے۔ وقت مقررہ سے پہلے کا وقت مقرر کیا تھا مگر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

ان کی شور و پکار سے جس قدر لوگ جمع ہوئے تھے بجز بعض متعصب مخالفوں کے خود ان کے ہی پاس کوئی متنفس نہ رہا۔ غرض مخالفوں نے اپنی جگہ یہ انتظام کیا تھا۔

**حضرت کا جلوس:** یوں تو کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ہوتا ہی ہے مگر ۲ رنومبر ۱۹۰۴ء کی صبح سیالکوٹ میں عجیب و غریب صبح تھی جو لا انتہا برکات ...... کو لئے ہوئے اہل سیالکوٹ کے واسطے آئی تھی سعادت مندوں خدا ترسوں نیک دل راستی اور سلامتی کے فرزندوں کے واسطے برکات کا تحفہ پیش کر رہی تھی۔ دشمنان حق اور خدا تعالیٰ کے سرکشوں اس کے ماموروں کے دشمنوں کے لئے ان کے حسب حال بُرا نتیجہ پیش کرنے والی تھی۔ آج وہ دن تھا کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ حضرت مسیح موعودؑ لیکچر گاہ کو جانے والے تھے اور خدا تعالیٰ کے تازہ فضلوں اور انعامات کو پیش کرنے والے تھے۔ اس لئے صبح ہی سے بازار کی دو رویہ دوکانیں بام و در جدھر نظر اٹھاؤ آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ مخالف ملاں جس قدر وعظ کہکر لوگوں کو زیارت سے روکتے تھے۔ اسی قدر زور کے ساتھ لوگ ادھر آ رہے تھے۔ قریباً ساڑھے چھ بجے اعلیٰ حضرت اپنے ایوان سے نیچے اترے۔ ملاقات کرنے والے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ آخر یہ انتظام کیا گیا کہ اس وقت مصافحہ کرنے والوں کو روک دیا جاوے۔

**برکت دینا:** حضرت ابھی مکان سے اُترے نہ تھے کہ ایک شخص میاں نیاز علی نام نے حضرت میر حکیم حسام الدین صاحب کے توسط سے نہایت عجز و الحاح سے عرض کیا کہ حضور جب لیکچر گاہ کو تشریف لے چلیں تو میرے گھر میں ایک قدم ضرور رکھ دیں۔ تاکہ آپ کا مبارک قدم میرے گھر میں برکات کا موجب ہو۔ یہ حُسنِ ارادت و عقیدت حضرت اقدس کو اس کے گھر لے گیا اور دو تین منٹ اس کے گھر میں ٹھہر کر حضرت تشریف لے آئے۔

**روانگی لیکچر گاہ کو:** ...... اپنی گاڑی میں تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ بازار میں گاڑیوں کا اچھا خاصہ سلسلہ تھا قریباً سولہ گاڑیاں یکے بعد دیگرے کھڑی تھیں۔

**انتظام حکام:** مقامی حکام نے اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے قیام امن کے لئے پورا انتظام کر رکھا تھا۔ عالی جناب سردار محمد یوسف صاحب سٹی مجسٹریٹ خاص اس انتظام کے لئے مامور تھے۔ جنہوں نے کمال دیانتداری پورے انصاف اور دانشمندی کے ساتھ اس فرض کو ادا کیا۔ سردار صاحب نے باوجود اس سن و سال کے جس مستعدی سے امن کو قائم رکھا اور انتظام کیا۔ بلا مبالغہ کہتے ہیں کہ انہیں کا حصہ ہے۔

وہ نرے مجسٹریٹ ہی نہ بلکہ پورے سپاہی تھے۔ اپنے ہاتھ سے سب انتظام کرتے تھے اور ہمیں حیرت ہوئی جب

دیکھا ہے وہ ابتدائے لیکچر سے اخیر تک اڑھائی گھنٹہ کے قریب جلسہ گاہ میں برابر کھڑے رہے۔ ایک سیکنڈ یا طرفۃ العین کے لئے بھی کوئی سہارا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے نیک دل حکام کو رعایا کی بہتری اور بھلائی کے لئے دیر تک سلامت رکھے۔ وہ شہر وہ رعایا بہت ہی خوش قسمت ہے جہاں ایسے مستعد مزاج جوان ہمت سرگرم حکام ہوں خیر یہ تو ضمنی بات تھی۔ پولیس نے اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے پورا انتظام کیا تھا۔ انسپکٹر پولیس صاحب بھی اس جلوس کے ساتھ تھے۔ وہ نظارہ عجیب تھا جبکہ **خدا کا مسیح** ہزاروں ہزار انسانوں کے درمیان دو گھوڑوں کی گاڑی پر بیٹھا ہوا جا رہا تھا۔ اور اس کے راستہ کے تمام در و دیوار اور کوٹھے زن و مرد سے لدے ہوئے تھے اور اس کا دیدار کر رہے تھے۔

...... خدا کا یہ برگزیدہ مسیح موعود عجیب خداداد شان اور شوکت کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ وہ گمنام تھا لیکن ان کا نام **آفاق میں پھیلایا گیا** اس کے موافق جو خدا نے اسے کہا کہ میں تیرا نام آفاق میں پھیلاؤں گا۔

وہ تنہا تھا لیکن لاکھوں انسانوں کو اس کا قادر خدا کھینچ کر اس کے قدموں پر زندہ کرنے کے لئے لے آیا اسی کے موافق جو پہلے سے کہا تھا کہ

يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ      وَيَأْتِيكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ

...... اس دورویہ انسانوں کی سڑک میں یہ جلوس گذرا لوگ گاڑی کے ساتھ بھاگے جاتے تھے اور ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے کچھ عجب نہیں کہ کئی بیچارے مجروح ہوئے ہوں۔ مگر یہ عجیب کشش اور جذب تھا کہ ایسی حالت میں بھی لوگوں کو کھینچے لئے جاتا تھا۔

دوکانیں اس روز جلسہ میں شریک ہونے کی خوشی یا شوق کی وجہ سے بند تھیں اور وہاں آدمی ہی آدمی کھڑے نظر آتے تھے۔

**مخالفوں کے مجمعے**: راستہ میں گذرتے وقت مخالفوں کے اڈوں اور مجمعوں پر بھی ہم نے ایک نظر کی۔ وہاں کیا ہو رہا تھا ہم خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر بغیر کسی تعصب یا ضد کے کہتے ہیں کیونکہ ہم تو ان مخالفوں اور سب و شتم کرنے والوں کو اس کھیت کی کھاد سمجھتے ہیں۔ وہ اس بازار کی رونق کا ذریعہ ہیں اور اس حسن کی خوبیوں کے اظہار کا باعث نعم ما قیل۔

گرنبودے در مقابل روئے مکروہ و سیہ      کس چہ دانستے جمال شاہد گلفام را
گرنیفتادے بخصمے کار در جنگ و نبرد      کے شدے جوہر عیاں شمشیر خون آشام را
روشنی را قدر از تاریکی است و تیرگی      در جہالت ہاست عزّ و وقرِ عقلِ تام را
محبتِ صادق زنقض و قدح روشن تر شود      عذرِ نامعقول ثابت میکند الزام را

اس بات پر ہم مخالفوں کے مجمع کے متعلق حالات بیان کرتے ہوئے ہرگز مبالغہ یا تعصب سے کام نہ لیں گے ان مجمعوں میں ہم کوئی دو ڈیڑھ سو سے زیادہ آدمی مجتمع نہیں دیکھ سکے۔

جو لوگ سڑک پر دورویہ حضرت اقدس کی زیارت کے لئے کھڑے ہوئے تھے ان کو اس مجمع میں شامل قرار دینا خطرناک غلطی ہے۔ جب حضرت اقدسؑ اور آپ کے خدام کی سواری ان مجمعوں کے پاس سے گذری تو ان لوگوں نے کیا کیا؟ اس کا ذکر کرنا شاید اس کے بھول جانے سے بہتر ہوتا۔ مگر نہیں ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا؟

ان کے اشتہار کو پڑھ کر ہمیں خیال ہوا تھا کہ ان وعظ کے مجمعوں میں جیسا کہ ظاہر کیا گیا ہے قرآن کریم کے حقائق اور معارف بیان ہوتے ہوں گے لیکن ہماری حیرت اور تعجب اور اس کے ساتھ ہی افسوس بھی بڑھ گیا جب دیکھا کہ وہاں گالیوں کے سوا اور کوئی شغل نہیں۔ ان کی گالیاں سن کر حضرت حجۃ اللہ کے استغنا اور کمال اعراض نے آپ کے قول کی فعل سے تصدیق کرادی جو فرمایا ہے۔

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

حضور وَاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجَاھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا اور اَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ پر عمل کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔ ان وعظ کے اڈوں سے گالیوں کے سوا دوسری آواز جو آتی تھی وہ یہ تھی کہ خبردار کوئی سرائے میں نہ جاوے۔ مگر اس آواز کے ساتھ ہی لوگ جو برابر جارہے دوڑے جاتے تھے۔ اور کچھ بھی اثر ان پر نہ ہوتا تھا۔ شور مچانے والوں کی رگیں پھول پھول جاتی ہیں اور مخلوق کی دوڑ دھوپ کی خاک اڑ اڑا کر اور بھی ان کی آواز پر برا اثر کر رہی تھی۔ ہم بھی اس نظارہ کو دیکھتے ہوئے گذر گئے۔

اور مسلمانوں کی اس حالت پر تاسف کرتے ہوئے خوش ہوتے تھے کہ یہی حالت بداس مسیح موعود کی ضرورت کا زندہ ثبوت ہے۔ اگر یہ حالت ان لوگوں کی نہ ہوئی ہوتی۔ تو کچھ ضرورت نہ تھی کہ کوئی مسیح ومہدی آکر ان کی اصلاح کرتا۔ وہ لوگ تو جوشِ مخالفت میں اندھے ہو کر گالیاں دیتے تھے۔ اور دانشمند عاقبۃ المکذبین کے نظاروں سے سبق لینے والے انہیں ہی مسیح موعود کی صداقت پر دلیل لاتے تھے۔

<u>**پھر لیکچر گاہ:**</u> غرض یہ سارا جلوس لیکچر گاہ میں داخل ہو گیا اس وقت لوگوں کا اضطراب اور کش مکش بھی عجیب لطف بخش تھی ہر شخص کوشش کرتا تھا کہ میں اسی جگہ پر بیٹھوں جو قریب تر ہو جہاں سے وہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مامور اور معزز لیکچر پڑھنے والے کو دیکھ سکے خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ وہ دونوں اسی سرزمین سیالکوٹ میں اپنی عمر کا نمایاں حصہ بلکہ وہ حصہ جو عنفوانِ شباب کا حصہ کہلاتا ہے گذار چکے تھے یعنی حضرت اقدس مسیح موعودؑ بھی سیالکوٹ میں چوتھائی صدی پیشتر کے قریب رہ چکے تھے اور حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب تو خاص سیالکوٹ کے باشندے اور وہیں کے رہنے والے ہیں۔ حاضرین اور باشندگانِ سیالکوٹ کی نگاہ میں حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعودؑ کی عزت اور تکریم تو بہر حال ہونی ہی تھی مگر سیالکوٹ میں

مولوی عبدالکریم صاحب بھی خاص عزت اور تکریم کی نظر سے دیکھتے جاتے ہیں جو مولوی صاحب کی پاک سیرت کا عمدہ گواہ ہے۔
......ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ نمایاں جگہ حاصل کرے اور جہاں جس سے ممکن ہوا وہ اپنے اس مقصد میں کوشش کرتا رہا۔

**سامعین**: سامعین کے مجمع میں ہر مذاق ہر عمر اور ہر مذہب کے لوگ موجود تھے۔ سامعین کی ٹھیک مقدار بتانا ہمارے امکان سے باہر ہے۔ ہزاروں انسان وہاں موجود تھے اور خوشی کی بات ہے کہ شہر کی کل فہمیدہ اور معزز پارٹی وہاں موجود تھی یہ ہماری اپنی ہی رائے نہیں بلکہ جب ہم لیکچر کے بعد فارغ ہو کر شہر میں بعض کارخانوں کے دیکھنے کو گئے ...... تو ہمیں سیالکوٹ کے ایک مشہور و معروف کارخانہ سپورٹس ورکس کے معزز مالک سردار گنڈا سنگھ اوبیرائے صاحب سے ملنے کا موقع ملا۔ وہ بھی لیکچر گاہ میں موجود تھے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں لیکچر گاہ میں سیالکوٹ کی معزز اور ذی علم سوسائٹی کس حد تک موجود تھی۔ انہوں نے کہا کہ میری اپنی رائے یہ ہے کہ قریباً کل معزز اور تعلیم یافتہ سوسائٹی ہندو مسلمانوں اور سکھوں کی وہاں موجود تھی۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میری رائے میں اتنا بڑا مجمع کسی لیکچر کے سننے کے واسطے کبھی نہیں ہوا۔ ہاں مقلدوں اور غیر مقلدوں کا جب باہم مباحثہ یا جھگڑا ہوا تھا اس وقت تو ایک بہت بڑا مجمع تھا اس کے بعد شاید میں نے اتنا بڑا مجمع سیالکوٹ میں نہیں دیکھا۔ حقیقت میں سردار صاحب کی رائے بالکل صائب اور درست تھی سامعین میں تو شاید مجسٹریٹ وکلاء دوسرے تعلیم یافتہ لوگ اور معزز اصحاب جو ہر قوم میں سمجھے جاتے ہیں موجود تھے۔

**نشست گاہ**: جیسا ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ ایک لکڑی کا پلیٹ فارم بنایا گیا۔ جس پر حضرت اقدس کی نشست کچھ اور بھی اونچی تھی تا کہ سب لوگ اطمینان کے ساتھ زیارت کر سکیں۔ پلیٹ فارم پر چند کرسیاں رکھی گئی تھیں جن پر شہر کے اکثر عمائد تشریف فرما تھے۔ ......اور شامیانوں کے نیچے دری کا فرش تھا۔ جس کے تین طرف یعنی اگلا حصہ جدھر سے لوگ آ رہے تھے چھوڑ کر کرسیاں بچھا دی گئی تھیں جس پر تعلیم یافتہ معزز اور فہمیدہ پارٹی سیالکوٹ کی تشریف فرما تھی۔

سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:
''اور ایسا ہوا کہ ان دنوں میں آپؑ گھر والوں کے طعنوں کی وجہ سے کچھ دنوں کے لئے قادیان سے باہر چلے گئے اور سیالکوٹ جا کر رہائش اختیار کر لی اور گزارہ کے لئے ضلع کی کچہری میں ملازمت بھی کر لی۔ وہاں کی رہائش کے ایام میں آپؑ کے لئے آسمان کے دروازے کھلنے لگے اور خدا کے فرشتے آپؑ پر نازل ہونے لگے اور آپؑ کو بہت سی باتیں اللہ تعالیٰ غیب کی بتاتا جو اپنے وقت پر پوری ہو جاتیں۔ جس سے مختلف مذاہب کے لوگ جو آپ سے تعلق رکھتے تھے آپؑ کی قوتِ قدسیہ کے قائل ہونے لگے اور سب لوگ آپؑ کی نسبت محسوس کرنے لگے کہ آپؑ کی زندگی دُنیا کے لئے عجیب ہوگی۔ اور ایسا ہوا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے کئی قسم کی کرامتیں دکھانی شروع کیں جن کو ہندو مسلمان دیکھ کر حیران ہونے لگے اور خدا تعالیٰ کی طاقتوں پر ان کے ایمان بڑھنے لگے۔''
(انوار العلوم جلد ۶ صفحہ ۴۸۶)

○

# جلسہ کی مختصر روئیداد - اخبار الحکم سے

## حکیم الامت کی افتتاحی تقریر - مختصر روئیداد جلسہ - اختتامی خطاب

''**حضرت اقدس لیکچر گاہ میں**: جیسا کہ ابھی ہم نے...... بیان کیا ہے لکڑی کے پلیٹ فارم پر ایک نمایاں جگہ پر ایک کرسی بچھی ہوئی تھی اس پر اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعودؑ سرخ جبہ پہنے ہوئے جلوہ افروز تھے آپ کا نورانی چہرہ - غضِ بصر کا عملی سبق دینے والی آنکھیں ناظرین اور سامعین کو اپنی طرف خصوصیت سے متوجہ کر رہی تھیں - آپ کی شکل وشباہت انبیاء بنی اسرائیل کا سا نمونہ دکھا رہی تھی - غرض حضور کچھ اس شان سے جلوہ افروز تھے کہ ہمارا قلم اسے ادا نہیں کر سکتا دل بے اختیار آپ کی طرف کھینچے جاتے تھے - ہم اپنی اندرونی کیفیت کا ذکر کر سکتے ہیں کہ اس وقت خواہ مخواہ نیکی، خداترسی، نوع انسان کی خدمت کے خیالات موجزن تھے - جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ خدا تعالیٰ کے ملائکہ اس وقت پاک تحریک کرنے میں مصروف ہیں - اور ان ملائکہ کے نزول کا باعث یہی **خدا رسیدہ بزرگ** تھا -

حضور کے ساتھ ہی کرسی پر حضرت حکیم الامت اور آپ کے ساتھ ہی ایک میز کے سامنے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب تشریف فرما تھے -

## جلسہ کی کارروائی کا آغاز

چاروں طرف قدرتی طور پر سناٹا اور خاموشی تھی - کہ یکا یک اس مُہر خاموشی کو ایک معزز بیرسٹر نے توڑا یعنی کھڑے ہو کر فرمایا -

'میں اس جلسہ کے لئے جناب مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب کو پریذیڈنٹ ہونے کے لئے پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ سب صاحب منظور کریں گے -'

اس تجویز کی جو بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ جناب مسٹر فضل حسین بیرسٹر ان لا ، نے کی تھی ، تائید ہوئی اور حضرت حکیم الامۃ افتتاحی تقریر پر کھڑے ہوئے -

**حکیم الامۃ کی افتتاحی تقریر**: مہاراجہ جموں وکشمیر کی سرائے میں منعقد ہونے والے آج کے جلسہ نے جب حضرت حکیم الامت کو افتتاحی تقریر کے لئے کھڑے ہوتے دیکھا تو کچھ بھی تعجب نہیں کہ **ایسوسی ایشن آف آئیڈیاز** نے حکیم الامۃ کی

اس حالت کی طرف متوجہ کیا جب آپ...... مہاراجہ جموں وکشمیر کے خاندان کے خاص طبیب تھے اور ایک ممتاز عہدہ دار تھے وہی شخص آج محض خدا کے لئے اور صرف خدا ہی کے لئے درویشانہ (ایسی درویشی پر ہزاروں سلطنتیں نثار ہوں) حالت میں کھڑا ہوتا ہے۔ اور پبلک کو سنانے والے لیکچر کے لئے اپنی افتتاحی تقریر میں خطاب کرتا ہے۔

مولوی صاحب کا بجائے خود وجود حضرت مسیح موعود کی صداقت پر ایک زندہ لیکچر تھا اور یوں آپ کی صداقت پر یہ چوتھی عینی دلیل تھی یعنی پہلی دلیل تو وہ جذب وکشش تھا جو حضرت اقدس کی زیارت کے لئے عوام میں پیدا ہو گیا تھا اور دوسری دلیل مخالفین کی حالت اور تیسری دلیل خود اعلیٰ حضرت کا وجود مبارک اور چوتھی دلیل حکیم الامۃ کا اپنا وجود۔

غرض حکیم الامۃ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں سامعین کو خطاب کیا۔

'دنیا میں بہت سے جلسے ہوا کرتے ہیں۔ ان کے اغراض اور مصالح مختلف ہوتے ہیں۔ بعض جلسے اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان میں ملکی اور سیاسی امور پر بحث ہوتی ہے بعض جلسے اس غرض سے ہوتے ہیں کہ ان میں کسی خاص قوم کی اصلاح کے لئے غور کیا جاتا ہے۔ اور بعض اصلاح اخلاق کے لئے ہوتے ہیں۔ لیکن آج حسن اتفاق سے اور خوش قسمتی سے اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو ایک موقع دیا ہے کہ ایک لیکچر سنیں اور پھر اس کے مضامین پر غور کریں۔

بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو ایک بات سنتے تو ہیں لیکن چونکہ اُس پر غور نہیں کرتے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس لئے ان کا سننا اور نہ سننا برابر ہو جاتا ہے اور جب انہیں پتہ لگتا ہے کہ ہم اس کے فوائد سے محروم ہو گئے ہیں تو اس وقت انہیں دستِ افسوس ملنا پڑتا ہے۔ اس مضمون کو قرآن شریف کی ایک آیت میں نہایت ہی لطیف طور پر بیان کیا ہے کیونکہ انسان ایک وقت اپنی غفلت پر پچھتاتا ہے مگر اس وقت اس سے کچھ بھی بن نہیں پڑتا چنانچہ فرمایا ہے۔

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ

کاش! ہم ان باتوں کو سنتے اور پھر عقل سے کام لے کر ان پر غور کرتے تو آج ہم دکھوں میں نہ ہوتے۔ یہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے وہ باتیں نہ سنیں اور ان پر غور نہ کیا جیسی آج اس لیکچر کے ذریعہ آپ لوگوں کو سنائی جانی مقصود ہیں۔

عقل انسان کے اندر ایک قوت اور طاقت ہے جس کا صحیح استعمال انسان کو بری کارروائیوں سے بچا لیتا ہے اور جلد بازی اور شتاب کاری سے روک کر غور کرنے اور سوچنے کی عادت پیدا کرتا ہے۔

عقل کے معنے روکنے اور باندھنے کے ہیں چونکہ یہ انسان کو جذباتِ نفسانی کے روکنے کے لئے کام دیتی ہے اس لئے عقلمند وہی ہوتے ہیں جو اپنے جذبات پر حکومت کرتے ہیں۔ اور نہایت اطمینان اور سکینت کے ساتھ ایک بات کو سنتے ہیں اور غور کرتے ہیں۔ اس وقت سننے والے عقلمند ہیں یا کم از کم کافی تعداد عقلمندوں کی ہے اور وہ فائدہ کے لئے سننا چاہتے ہیں اس لئے میں یقین کرتا اور خدا تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں کہ وہ آپ کو وہ سننے کا موقع دے۔ جو سننے کا حق ہے یعنی آپ توجہ سے سنیں اور ان پر بہت غور کریں اور ان کو مفید پا کر عمل کریں۔ کیونکہ یہ معمولی آدمی کا کلام نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کا کلام ہے جو کہتا

ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں۔ پس اس لحاظ سے اور بھی ضروری ہے کہ آپ بہت توجہ سے سنیں اور عمل کریں۔ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ یعنی اچھی باتوں کو سنتے ہیں اور پھر ان کے متبع ہو جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اتنا کہنا کافی ہے۔ اب مولوی عبدالکریم صاحب وہ لیکچر جو حضرت صاحب نے لکھا ہے۔ آپ کو پڑھ کر سنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے اور آپ لوگوں کو سننے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

**حضرت اقدس کا لیکچر:** حضرت حکیم الامت یہ افتتاحی تقریر کر چکے تو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کھڑے ہوئے۔ مولوی عبدالکریم صاحب کا نام لیکچر کے اشتہار میں ہی عام طور پر دیا گیا تھا۔ یہ واقعات چونکہ ایک پاک تاریخ کا جزو بننے والے ہیں اس لئے ان پر پوری روشنی ڈالنا اور جو جو نتائج حقہ ان سے نکل سکتے ہیں ان کو پیش نہ کرنا لکھنے والے خطرناک اور ناقابلِ عفو فروگذاشت کے مرتکب ٹھہریں گے اس لئے ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ کسی قدر تفصیل سے بحث کریں۔

جن لوگوں کو عام لیکچروں کے سننے کا موقع ملا وہ خوب جانتے ہیں کہ لیکچر کی اغراض کو پورا کرنے کے واسطے کیا کیا طریق اختیار کئے جاتے ہیں۔ سب سے اول لیکچرار وہ تجویز کیا جاتا ہے جو قوم کا مُشارٌ الیہ ہو اپنے علم و فضل اور زبان پر پوری حکومت اور قادر الکلامی کے علاوہ وسیع معلومات رکھتا ہو۔ اور جہاں تک ممکن ہو سننے والوں کے مذاق سے آشنا ہو اپنے مطالب کو فصاحت بلاغت سے ادا کر سکے۔ پھر اس کے لیکچر کے لئے اشتہار دینے والے وہ شخص ہوں جن کا پبلک میں عام رسوخ ہو اور پھر مقام وہ پسند کیا جاتا ہے جو عام گذرگاہ کے موقع پر ہو۔ غرض ان امور کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

اب اس مقام پر ہمارے ناظرین ذرا غور کریں۔ اس میں تو کوئی شبہ اور کلام نہیں کہ لیکچر ایسے عظیم الشان انسان کی طرف سے تھا جو دنیا میں غیر معمولی شہرت رکھتا ہے۔ لیکن جب سننے والوں کو یہ معلوم ہو کہ اس لیکچر کے پڑھنے والا وہ خود نہیں ہے تو عام قاعدہ کے موافق انہیں مایوس ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن سیالکوٹ جیسے شہر میں جو مولوی عبدالکریم صاحب کی زاد بوم ہے جہاں اس نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ گذارا ہے اگر وہ وہاں کی پبلک میں ایک وقیع اور ممتاز انسان نہ ہوتا اور اپنے تقویٰ اور نیک چلنی کی وجہ سے خاص امتیاز حاصل نہ کر چکا ہوتا تو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ناممکن تھا لوگ اس طرف اس قدر توجہ کرتے۔ حضرت مولوی صاحب کا نام اہالیانِ شہر کی کشش کے لئے ایک ضمانت تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مولوی صاحب کو وہ زبان اور فصاحت عطا کی ہے کہ دوسرے کو اس وقت تک ہماری جماعت میں یہ فضل نہیں ملا۔ ہم نے حضرت حکیم الامت سے بلا واسطہ خود سنا ہے انہوں نے فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ **یہ شخص بہت بڑی ترقی کر رہا ہے اور مجھ سے بڑھ گیا ہے** حکیم الامۃ کا پایہ اور رتبہ اپنے رنگ میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہے مگر ایں گلے را رنگ و بوئے دیگر است حضرت اقدس کی زبان مولوی عبدالکریم ہی کے منہ میں بجتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے تبھی اسے حضرت امامؑ کی زبان پر ...... **لیڈر فرمایا۔**

آج تک جس قدر جلسوں میں حضرت اقدس کا کوئی تحریری مضمون پڑھا گیا۔ اس کے پڑھنے والا یہی شخص تھا۔ جلسہ مذاہب

میں اسلام کی فلاسفی والا مضمون پڑھنے والا یہی تھا- لاہور کا پچھلا لیکچر بھی اس نے پڑھا ان سب سے بھی دور پیچھے ۱۸۹۳ء میں آتھم کے ساتھ جب مباحثہ ہوا اس وقت بھی پڑھنے والا یہی تھا اور یہ لیکچر بھی اسی نے پڑھا-

**یہ سعادت یہ فخر** خدا تعالیٰ نے مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے رکھا ہے اور دوسرے کو اس وقت تک اس میں شریک نہیں کیا- **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء-**

**لیکچر کے وقت مولوی صاحب کی کیا حالت تھی؟** غرض مولوی عبدالکریم صاحب کھڑے ہوئے- خدا کی قدرت ہے کہ جب کبھی کوئی ایسا اتفاق مولوی صاحب کو لیکچر پڑھنے کا ہوا ہے جہاں تک ہم نے دیکھا ہے بجز ۱۸۹۳ء کے مولوی صاحب کی طبیعت ہمیشہ ناساز رہی علی العموم آنکھ میں ککروں کی وجہ سے تکلیف رہتی ہے- لاہور کے جلسہ پر بھی آپ بیمار تھے لیکن محض خدا کے فضل سے آپ نے جس کامیابی سے لیکچر کو ختم کیا وہ ایک نشان تھا- سیالکوٹ میں مولوی صاحب کی حالت صحت اور بھی بگڑ گئی تھی بہت ہی نحیف اور نزار ہو گئے تھے- اور اس وقت جبکہ لیکچر پڑھنے کے لئے آپ کھڑے ہوئے پوری صحت اور تندرستی کی حالت میں نہ تھے اس لئے مولوی صاحب موصوف کا لیکچر کو پڑھنا اور اسے ختم کرنا یہ بھی حضرت اقدس کی سچائی کی زبردست دلیل تھی-''

مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا

اس مضمون کو سنانے سے پہلے میں تبرک کے طور پر چند آیات قرآن شریف کی پڑھوں گا- اور اس کے بعد انشاءاللہ تعالیٰ اس مضمون کو شروع کروں گا- یہ کہہ کر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں-

**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ○**

ان آیات کو تلاوت کرنے کے بعد آپ نے وہ مطبوعہ لیکچر جو (......) کے نام سے چھپ کر شائع ہوا ہے پڑھنا شروع کیا اس امر کے اظہار کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ آپ کے لیکچر کے پڑھنے کے وقت عام جلسہ میں سکوت اور امن تھا اور لوگ ہمہ تن گوش سن رہے تھے کسی مرحلہ یا مقام پر کوئی بدنظمی یا عدم توجہی پیدا نہیں ہوئی بلکہ سامنے کے سامعین کو باوجود یکہ دھوپ آ گئی تھی لیکن وہ ذرا بھی اس سے افسردہ خاطر نہیں ہوئے- اس شوق نے انہیں دھوپ کا احساس بھی ہونے نہیں دیا-

**لیکچر میں کیا ہے؟:** اس لیکچر میں سب سے اول آپ نے (دین حق) اور دوسرے مذاہب کے درمیان ایک کھلا کھلا اور بیّن امتیاز دکھایا اور بتایا کہ ان میں بگاڑ کیوں پیدا ہوا ہے-......

4

''دنیا کے مذاہب پر اگر نظر کی جائے تو معلوم ہو گا کہ بجز (دین حق) ہر ایک مذہب اپنے اندر کوئی نہ کوئی غلطی رکھتا ہے اور یہ اس لئے نہیں کہ درحقیقت وہ تمام مذاہب ابتدا سے جھوٹے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ (دین حق) کے ظہور کے بعد خدا نے ان مذاہب کی تائید چھوڑ دی۔ اور وہ ایسے باغ کی طرح ہو گئے جس کا کوئی باغبان نہیں اور جس کی آبپاشی اور صفائی کے لئے کوئی انتظام نہیں۔ اس لئے رفتہ رفتہ اُن میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ تمام پھلدار درخت خشک ہو گئے۔ اور ان کی جگہ کانٹے اور خراب بوٹیاں پھیل گئیں اور روحانیت جو مذہب کی جڑھ ہوتی ہے وہ بالکل جاتی رہی اور صرف خشک الفاظ ہاتھ میں رہ گئے۔ مگر خدا نے (دین حق) کے ساتھ ایسا نہ کیا اور چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ باغ ہمیشہ سرسبز رہے۔ اس لئے اس نے ہر یک صدی پر اس باغ کی نئے سرے سے آبپاشی کی اور اس کو خشک ہونے سے بچایا۔ اگرچہ ہر صدی کے سر پر جب کبھی کوئی بندۂ خدا اصلاح کے لئے قائم ہوا جاہل لوگ اس کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کو سخت ناگوار گذرا کہ کسی ایسی غلطی کی اصلاح ہو جو ان کی رسم اور عادات میں داخل ہو چکی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کو نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ اس آخری زمانہ میں جو ہدایت اور ضلالت کا آخری جنگ ہے۔ خدا نے چودھویں صدی اور الف آخر کے سر پر...... پھر اپنے عہد کو یاد کیا اور دین (......) کی تجدید فرمائی۔ مگر دوسرے دینوں کو...... یہ تجدید کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ سب مذہب مر گئے۔ ان میں روحانیت باقی نہ رہی اور بہت سی غلطیاں اُن میں ایسی جم گئیں کہ جیسے بہت مستعمل کپڑے پر جو کبھی دھویا نہ جائے میل جم جاتی ہے۔ اور ایسے انسانوں نے جن کو روحانیت سے کچھ بہرہ نہ تھا۔ اور جن کے نفسِ امّارہ سفلی زندگی کی آلائشوں سے پاک نہ تھے۔ اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق اُن مذاہب کے اندر بے جا دخل دے کر ایسی صورت ان کی بگاڑ دی کہ اب وہ کچھ اور ہی چیز ہیں۔ مثلاً عیسائیت کے مذہب کو دیکھو کہ وہ ابتداء میں کیسے پاک اُصول پر مبنی تھا اور جس تعلیم کو حضرت مسیح علیہ السلام نے پیش کیا تھا۔ اگرچہ وہ تعلیم قرآنی تعلیم کے مقابل پر ناقص تھی کیونکہ ابھی کامل تعلیم کا وقت نہیں آیا تھا۔ اور کمزور استعدادیں اس لائق بھی نہ تھیں۔ تاہم وہ تعلیم اپنے وقت کے مناسب حال نہایت عمدہ تعلیم تھی وہ اُسی خدا کی طرف رہنمائی کرتی تھی جس کی طرف توریت نے رہنمائی کی لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد مسیحیوں کا خدا ایک اور خدا ہو گیا جس کا توریت کی تعلیم میں کچھ بھی ذکر نہیں اور نہ بنی اسرائیل کو اس کی کچھ بھی خبر ہے۔ اس نئے ایک خدا پر ایمان لانے سے تمام سلسلہ توریت کا الٹ گیا۔ اور گناہوں سے حقیقی نجات اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے جو ہدایتیں توریت میں تھیں وہ سب درہم برہم ہو گئیں اور تمام مدار گناہ سے پاک ہونے کا اس اقرار پر آ گیا کہ حضرت مسیح نے دنیا کو نجات دینے کے لئے خود صلیب قبول کی اور وہ خدا ہی تھے۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ توریت کے اور کئی ابدی احکام توڑ دیئے گئے اور عیسائی مذہب میں ایک ایسی تبدیلی واقع ہوئی کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام خود بھی دوبارہ تشریف لے آویں تو وہ اس مذہب کو شناخت نہ کر سکیں نہایت حیرت کا مقام ہے کہ جن لوگوں کو توریت کی پابندی کی سخت تاکید تھی۔ انہوں نے یک لخت توریت کے احکام کو چھوڑ دیا۔ مثلاً انجیل میں کہیں حکم نہیں کہ توریت میں تو سؤر حرام ہے اور میں تم پر حلال کرتا ہوں اور توریت میں تو ختنہ کی تاکید ہے اور میں ختنہ کا حکم منسوخ کرتا ہوں

چکا ہوں- آپ صاحبوں میں سے ایسے لوگ کم ہوں گے جو مجھ سے واقفیت رکھتے ہوں کیونکہ میں اس وقت گمنام آدمی تھا- اور اَحَدٌ مِنَ النَّاس تھا اور میری کوئی عظمت اور عزت لوگوں کی نگاہ میں نہ تھی- مگر وہ زمانہ میرے لئے نہایت شیریں تھا کہ انجمن میں خلوت تھی اور کثرت میں وحدت تھی اور شہر میں ایسا رہتا تھا جیسا کہ ایک جنگل میں مجھے اس زمین سے ایسی ہی محبت ہے جیسا کہ قادیان سے کیونکہ اپنی اوائل زمانہ کی عمر کا حصہ میں اس میں گزار چکا ہوں اور اس شہر کی گلیوں میں بہت پھر چکا ہوں- میرے اس زمانہ کے دوست اور مخلص اس شہر میں ایک بزرگ ہیں یعنی حکیم حسام الدین صاحب جن کو اُس وقت بھی مجھ سے بہت محبت رہی ہے- وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ وہ کیسا زمانہ تھا اور کیسی گمنامی کے گڑھے میں میرا وجود تھا- اب میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ایسے زمانہ میں ایسی عظیم الشان پیشگوئی کرنا کہ ایسے گمنام کا آخرکار یہ عروج ہوگا کہ لاکھوں لوگ اس کے تابع اور مرید ہو جائیں گے- اور فوج در فوج لوگ بیعت کریں گے اور باوجود دشمنوں کی سخت مخالفت کے رجوعِ خلائق میں کوئی فرق نہ آئے گا- بلکہ اس قدر لوگوں کی کثرت ہوگی کہ قریب ہوگا کہ وہ لوگ تھکا دیں- کیا یہ انسان کے اختیار میں ہے اور کیا ایسی پیشگوئی مکار کر سکتا ہے کہ ۲۴ سال پہلے تنہائی اور بے کسی کے زمانہ میں اس عروج اور مرجع خلائق ہونے کی خبر دے-‘‘

(اخبار الحکم قادیان ۳ر نومبر، ۱۰ نومبر ۱۹۰۴ء)

نیز آپ نے فرمایا:

’’حکم است ز آسمان بزمیں میر سانمش
گر بشنوم نگویمش آں را کجا بُرم‘‘

کہ آسمان کا حکم میں زمین تک پہنچاتا ہوں اگر میں اسے سنوں اور لوگوں کو نہ سناؤں تو اسے کہاں لے جاؤں-

قارئین کرام! ایک سو سال گزرچکے یہ آسمانی حکم نیک سرشت سرزمین نے کثرت سے قبول کیا- ایسی ہی سرشت والے اسی پیغامِ حق کے آج بھی مخاطب ہیں......!!

پھر کب جائز تھا کہ جو باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نہیں نکلیں - وہ مذہب کے اندر داخل کر دی جائیں -لیکن چونکہ ضرور تھا کہ خدا ایک عالم گیر مذہب (دین حق) دنیا میں قائم کرے اس لئے عیسائیت کا بگڑنا...... بطور ایک علامت کے تھا- یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ (دین حق) کے ظہور سے پہلے ہندو مذہب بھی بگڑ چکا تھا اور تمام ہندوستان میں عام طور پر بت پرستی رائج ہو چکی تھی اور اِسی بگاڑ کے یہ آثارِ باقیہ ہیں - کہ وہ خدا جو اپنی صفات کے استعمال میں کسی مادہ کا محتاج نہیں- اب آریہ صاحبوں کی نظر میں وہ پیدائش مخلوقات میں ضرور مادہ کا محتاج ہے-اس فاسد عقیدہ سے ان کو ایک دوسرا فاسد عقیدہ بھی جو شرک سے بھرا ہوا ہے قبول کرنا پڑا یعنی یہ کہ تمام ذرات عالم اور تمام ارواح قدیم اور انادی ہیں -مگر افسوس کہ اگر وہ ایک نظر غائر خدا کی صفات پر ڈالتے تو ایسا کبھی نہ کر سکتے - کیونکہ اگر خدا پیدا کرنے کی صفت میں جو اس کی ذات میں قدیم سے ہے انسان کی طرح کسی مادہ کا محتاج ہے تو کیا وجہ کہ وہ اپنی صفت شنوائی اور بینائی وغیرہ میں انسان کی طرح کسی مادہ کا محتاج نہیں- انسان بغیر توسط ہوا سے کچھ سن نہیں سکتا - اور بغیر توسط روشنی کے کچھ دیکھ نہیں سکتا- پس کیا پرمیشر بھی ایسی کمزوری اپنے اندر رکھتا ہے- اور وہ بھی سننے اور دیکھنے کے لئے ہوا اور روشنی کا محتاج ہے- پس اگر وہ ہوا اور روشنی کا محتاج نہیں- تو یقیناً سمجھو کہ وہ صفت پیدا کرنے میں بھی کسی مادہ کا محتاج نہیں ...... ہندوؤں میں جو لوگ علم کے ساتھ روحانیت کا بھی حصہ رکھتے تھے اور نری خشک منطق میں گرفتار نہ تھے- کبھی ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوا جو آج کل پرمیشر کی نسبت آریہ صاحبان نے پیش کیا ہے- یہ سراسر عدمِ روحانیت کا نتیجہ ہے-''

غرض (دین حق) اور دوسرے مذاہب میں ایک امتیاز بتا کر پھر آپ نے عیسائیت موجودہ کی حقیقت کو بیان کیا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت اور آپؐ کی رسالت کی صداقت پر دلائل بیان فرمائے- منجملہ ان کے ایک یہ فرمایا کہ ''آپؐ اس وقت تشریف لائے جب ضرورت تھی اور اس وقت دنیا سے اٹھے جب اس کام کو پورے طور پر کر لیا- اسی کے ضمن میں آپ نے ان تبدیلیوں کا ذکر فرمایا جو حضور کی ذات بابرکات سے ہوئیں- یعنی عرب کے وحشیوں کو آپؐ نے بہائم سے ''انسان بنایا اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا اور روحانیت کی کیفیت ان میں پھونک دی - اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا-''

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونو ناموں **محمد اور احمد** کا فلسفہ بتایا اور اس کے ضمن میں اپنے زمانہ کی طرف اشارہ کیا اور زمانہ کے ساتوں ہزاروں کی تصریح فرمائی - اور اپنی ضرورت دکھائی - اور وہ آثار جو اس زمانہ کے لئے بتائے گئے تھے ان کا پورا ہونا دکھایا-

اس کے بعد ...... عملی اور اعتقادی کمزوریوں کو بیان کیا- اور اسی بیان میں مامور اور مرسل پر ایمان لانے کی ضرورت اور معرفت اور دعا کی حقیقت کو کھولا- اور نماز کے روحانی اسرار اور نماز کے نتائج کے کمال کا ذکر اس طرح پر کیا-

''خدا کے مرسل کو کافر کہنا سہل ہے- مگر ایمان کی باریک راہوں میں اس کی پیروی کرنا مشکل ہے- خدا کے فرستادہ

کو دجّال کہنا بہت آسان ہے مگر اُس کی تعلیم کے موافق تنگ دروازہ میں سے داخل ہونا یہ دشوار امر ہے- ہر یک جو کہتا ہے کہ مجھے مسیح موعود کی پروانہیں ہے- اُس کو ایمان کی پروانہیں ہے- ایسے لوگ حقیقی ایمان اور نجات اور سچی پاکیزگی سے لاپروا ہیں- اگر وہ ذرا انصاف سے کام لیں اور اپنے اندرونی حالات پر نظر ڈالیں- تو انہیں معلوم ہوگا کہ بغیر اس تازہ یقین کے جو خدا کے مرسلوں اور نبیوں کے ذریعہ سے آسمان سے نازل ہوتا ہے اُن کی نمازیں صرف رسم اور عادت سے ہیں اور ان کے روزے صرف فاقہ کشی ہیں- اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان نہ تو واقعی طور پر گناہ سے نجات پا سکتا ہے اور نہ سچے طور پر خدا سے محبت کر سکتا ہے اور نہ جیسا کہ حق ہے اس سے ڈر سکتا ہے- جب تک کہ اسی کے فضل اور کرم سے اس کی معرفت حاصل نہ ہو- اور اس سے طاقت نہ ملے اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ ہر ایک خوف اور محبت معرفت سے ہی حاصل ہوتی ہے- دنیا کی تمام چیزیں جن سے انسان دل لگاتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے یا ان سے ڈرتا ہے اور دور بھاگتا ہے یہ سب حالات انسان کے دل کے اندر معرفت کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں- ہاں یہ سچ ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور نہ مفید ہو سکتی ہے جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور فضل کے ذریعہ سے معرفت آتی ہے تب معرفت کے ذریعہ سے حق بینی اور حق جوئی کا ایک دروازہ کھلتا ہے- اور پھر بار بار دورِ فضل سے ہی وہ دروازہ کھلا رہتا ہے- اور بند نہیں ہوتا- غرض معرفت فضل کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے- فضل معرفت کو نہایت مصفا اور روشن کر دیتا ہے- اور حجابوں کو درمیان سے اُٹھا دیتا ہے اور نفس امارہ کے لئے گرد و غبار کو دور کر دیتا ہے- اور روح کو قوت اور تازگی بخشتا ہے اور نفس امارہ کو امّارگی کی زندان سے نکالتا ہے-...... پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے روح میں پیدا ہوتی ہے وہ دعا ہے- یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں- اور تمام نماز دعا ہی ہے- جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے باب اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے- وہ فنا کرنے والی چیز ہے- وہ گداز کرنے والی آگ ہے- وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے- وہ موت ہے- پر آخر کو زندہ کرتی ہے- وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے- اور ہر ایک زہر آخر اُس سے تریاق ہو جاتا ہے-

مبارک ہیں وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیوں کہ ایک دن رہائی پائیں گے مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے- کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں- کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے- مبارک تم جب تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے- اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے- اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ وار از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا- وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں- نہایت کریم و رحیم، حیا والا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا، پس تم بھی وفادار بن جاؤ- اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو- کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا- دنیا کے

شوروغوغا سے الگ ہو جاؤ- اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو- خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ- دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا- اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی- دعا خدا سے آتی ہے- اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے- دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے- دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے-......

غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے- اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے- اُس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرت احدیت پر گرتی ہے- اور وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے- اور اُسی کی ظل وہ نماز ہے جو (دین حق) نے سکھائی ہے- اور روح کا کھڑا ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے ہر ایک مصیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے- اور اُس کا رکوع یعنی جھکنا یہ ہے کہ وہ تمام محبتوں اور تعلقوں کو چھوڑ کر خدا کی طرف جھکاتی ہے اور خدا کے لئے ہو جاتی ہے- اور اُس کا سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر گر کر اپنے تئیں بکلی کھو دیتی ہے- اور اپنے نقش وجود کو مٹا دیتی ہے- یہی نماز ہے جو خدا کو ملاتی ہے اور...... خدا تعالیٰ نے انسان کے وجود کی ایسی بناوٹ پیدا کی ہے کہ روح کا اثر جسم پر اور جسم کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے- جب تمہاری روح غمگین ہو تو آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے ہیں- اور جب روح میں خوشی پیدا ہو تو چہرہ پر بشاشت ظاہر ہو جاتی ہے- یہاں تک کہ انسان بسا اوقات ہنسنے لگتا ہے ایسا ہی جب جسم کو کوئی تکلیف اور درد پہنچے تو اُس درد میں روح بھی شریک ہوتی ہے- اور جب جسم کسی ٹھنڈی ہوا سے خوش ہو تو روح بھی اُس سے کچھ حصہ لیتی ہے- **پس جسمانی عبادات کی غرض یہ ہے کہ روح اور جسم کے باہمی تعلقات کی وجہ سے روح میں حضرت احدیت کی طرف حرکت پیدا ہو اور وہ روحانی قیام اور رکوع اور سجود میں مشغول ہو جائے-** کیونکہ انسان ترقیات کے لئے مجاہدات کا محتاج ہے اور یہ بھی ایک قسم مجاہدہ کی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ جب دو چیزیں باہم پیوست ہوں تو جب ہم ان میں سے ایک چیز کو اٹھائیں گے- تو اس اٹھانے سے دوسری چیز کو بھی جو اُس سے ملحق ہے کچھ حرکت پیدا ہو گی- لیکن صرف جسمانی قیام، اور رکوع اور سجود میں کچھ فائدہ نہیں ہے- جب تک کہ اُس کے ساتھ یہ کوشش شامل نہ ہو کہ روح بھی اپنے طور سے قیام اور رکوع اور سجود سے کچھ حصہ لے اور یہ حصہ لینا معرفت پر موقوف ہے- اور معرفت فضل پر موقوف اور خدا نے قدیم سے اور جب سے کہ انسان کو پیدا کیا ہے- یہ سنت جاری کی ہے کہ وہ پہلے اپنے فضل عظیم سے جس کو چاہتا ہے اُس پر روح القدس ڈالتا ہے اور پھر روح القدس کی مدد سے اس کے اندر اپنی محبت پیدا کرتا ہے- اور صدق، ثبات بخشتا ہے اور بہت سے نشانوں سے اس کی معرفت کو قوی کر دیتا ہے اور اس کی کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے- یہاں تک کہ وہ سچ مچ اس کی راہ میں جان دینے کو تیار ہوتا ہے اور اس کا اس ذات قدیم سے کچھ ایسا غیر منفک تعلق ہو جاتا ہے کہ وہ تعلق کسی مصیبت سے دور نہیں ہو سکتا- اور کوئی تلوار اس کے علاقہ کو قطع نہیں کر سکتی- اور اس محبت کا کوئی عارضی سہارا نہیں ہوتا- نہ بہشت کی خواہش نہ دوزخ کا خوف نہ دنیا کا آرام اور نہ کوئی مال و دولت بلکہ ایک

لامعلوم تعلق ہے جس کو خدا ہی جانتا ہے- اور عجب تر یہ کہ یہ گرفتار محبت بھی اس تعلق کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتا - کہ کیوں ہے- اور کس خواہش اور کس طرح سے ہے- کیونکہ وہ ازل سے تعلق ہوتا ہے- وہ تعلق معرفت کے ذریعہ سے نہیں- بلکہ معرفت بعد میں آتی ہے- جو اُس تعلق کو روشن کر دیتی ہے- جیسا کہ پتھر میں آگ تو پہلے سے ہے- لیکن چقماق سے آگ کے شعلے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں- اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے- اسی وجہ سے ایک طرف تو خدا کے ساتھ اُس کا ایسا ربط ہوتا ہے جو اُس کی طرف ہر وقت کھینچا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف نوع انسان کے ساتھ بھی اُس کو ایسا تعلق ہوتا ہے- جو اُن کی مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچتا ہے- جیسا کہ آفتاب زمین کے تمام طبقات کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے- اور خود بھی ایک طرف کھینچا جا رہا ہے- یہی حالت اُس شخص کی ہوتی ہے- ایسے لوگوں کو اصطلاح (دین حق) میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں- اور خوارق اُن کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں- بعض جاہل اس جگہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمیں بھی سچی خوابیں آ جاتی ہیں- کبھی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے کبھی الہام بھی ہو جاتا ہے-...... بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ خدا نے ایک گروہ کو اپنے خاص فضل اور عنایت کے ساتھ برگزیدہ کر کے اپنی روحانی نعمتوں کا بہت سا حصہ اُن کو دیا ہے- اس لئے باوجود اس کے کہ ایسے معاند اور اندھے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام سے منکر رہے ہیں- تاہم خدا کے نبی ان پر غالب آتے رہے ہیں اور ان کا خارق عادت نور ہمیشہ ایسے طور سے ظاہر ہوتا رہا ہے کہ آخر عقلمندوں کو ماننا پڑا ہے کہ اُن میں اور اُن کے غیروں میں ایک عظیم الشان امتیاز ہے- جیسا کہ ظاہر ہے کہ ایک مفلس گدائی پیشہ کے پاس بھی چند درہم ہوتے ہیں اور ایک شہنشاہ کے خزائن بھی دراہم سے پُر ہوتے ہیں مگر وہ مفلس نہیں کہہ سکتا کہ میں اس بادشاہ کے برابر ہوں- یا مثلاً ایک کیڑے میں روشنی ہوتی ہے جو رات کو چمکتا ہے اور آفتاب میں بھی روشنی ہے- مگر کیڑا نہیں کہہ سکتا کہ میں آفتاب کے برابر ہوں (-) اور خدا نے جو عام لوگوں کے نفوس میں رؤیا اور کشف اور الہام کی کچھ کچھ تخم ریزی کی ہے وہ محض اس لئے ہے کہ وہ لوگ اپنے ذاتی تجربہ سے انبیاء علیہم السلام کو شناخت کر سکیں اور اس راہ سے بھی ان پر حجت پوری ہو-......"

**حضرت اقدسؑ بہ حیثیت کرشن مہاراج:** پھر خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کی خصوصیت پر بحث کرتے ہوئے آپ نے اپنا وہ عظیم الشان دعویٰ پیش کیا جو کرشن ہونے کا ہے- کرشن ہونے کا ادعا عوام الناس کی نظروں میں بے شک نیا دعویٰ ہے اور کچھ شک نہیں کہ پبلک میں اس کا اعلان آج ہی ہوا- لیکن جن لوگوں کو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعودؑ کے حضور رہنے کا فخر حاصل ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے بارہا حضرت کرشن علیہ السلام اور رام چندر جی مہاراج کے متعلق اعلیٰ درجہ کی پاک باتیں بیان فرمائی ہیں اور اپنے بعض کشوف جن میں حضرت کرشن مہاراج کے ساتھ کھانا کھانے کا بھی ایک کشف ہے بیان فرمایا ہے- حضرت مسیحؑ کے ساتھ کھانا کھانے کا ایک کشف بھی آپ نے بیان فرمایا ہوا ہے- اور انہیں کشوف میں ایک کشف اہل ہنود کی توجہ کے متعلق بھی ہے وَلَو کَانَ بَعْدِ حِیْنٍ غرض دعویٰ بے شک نیا ہے لیکن اس رنگ میں نیا نہیں علاوہ ازیں

سیالکوٹ میں جب ہم اپنے مخدوم و مکرم حکیم میر حسام الدین صاحب کے ساتھ ان مکانات کے دیکھنے کے واسطے گئے۔ جہاں حضرت اقدسؑ اپنے قیام سیالکوٹ میں رہا کرتے تھے تو راستہ میں میر حکیم حسام الدین صاحب نے بیان کیا کہ جب حضرت یہاں رہا کرتے تھے ان دنوں میں بھی کرشن جی کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ وہ ہند میں ایک نبی تھے۔ اس ذکر سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ ہمیشہ کرشن جی کی رسالت کے مصدق رہے اور یہ سنت اللہ ہے کہ جب کوئی مامور آتا ہے تو وہ اپنے سے پہلے رسولوں اور ماموروں کی تصدیق کیا کرتا ہے یہ امر آپ کی صداقت کی ایک روشن دلیل ہے۔

......غرض یہ دعویٰ آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں سیالکوٹ میں مشتہر فرمایا اور اس اشتہار کے ضمن میں آریہ قوم کو دعوت بھی کی یعنی بہ حیثیت کرشن تبلیغ فرمائی۔

''اخیر پر یہ بھی واضح ہو۔ کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا...... تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے اور جیسا کہ خدا نے مجھے...... **مسیح موعود** کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے **بطور اوتار** کے ہوں۔ اور میں عرصہ بیس برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں ان گناہوں کے دور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہوگئی ہے۔ جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں۔ جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا۔...... روحانی حقیقت کی رو سے میں وہی ہوں۔ ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے۔ اُس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو **ہندوؤں** کے لئے **کرشن**،...... **مسیح موعود** ہے میں جانتا ہوں کہ جاہل...... اس کو سن کر فی الفور یہ کہیں گے کہ ایک **کافر** کا نام اپنے پر لے کر کفر کو صریح طور پر قبول کیا ہے۔ لیکن یہ خدا کی **وحی** ہے جس کے اظہار کے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔ اور آج یہ پہلا دن ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو میں پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ جو لوگ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں۔ وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اب واضح ہو۔ کہ **راجہ کرشن** جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے۔ درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی **رشی** اور **اوتار** میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اُترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتح مند اور بااقبال تھا۔ جس نے **آریہ ورت** کی زمین کو **پاپ** سے صاف کیا۔ وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا۔ جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔ خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی **اوتار** پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ ہے **کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا** میں لکھی گئی ہے۔ سو میں **کرشن** سے محبت کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں اور اس جگہ ایک اور راز درمیان میں ہے کہ جو صفات کرشن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ (یعنی پاپ کا نشٹ کرنے والا اور غریبوں کی دلجوئی کرنے والا اور ان کو پالنے والا) یہی

صفات **مسیح موعود** کے ہیں۔ پس گویا روحانیت کے رُو سے **کرشن اور مسیح موعود** ایک ہی ہیں صرف قومی اصطلاح میں تغائیر ہے۔ اب میں **بحیثیت کرشن** ہونے کے آریہ صاحبوں کو ان کی چند غلطیوں پر متنبہ کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک تو وہی ہے جس کا ذکر میں پہلے بھی کر آیا ہوں کہ یہ طریق اور یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ روحوں اور ذرات عالم کو جن کو پرکرتی یا پُرمانو بھی کہتے ہیں۔ غیر مخلوق اور انادی سمجھا جائے۔ غیر مخلوق بجز اُس پرمیشر کے کوئی بھی نہیں جو کسی دوسرے کے سہارے سے زندہ نہیں لیکن وہ چیزیں جو کسی دوسرے کے سہارے سے زندہ ہیں وہ غیر مخلوق نہیں ہو سکتیں۔......

پھر اس غلطی نے ایک اور غلطی میں آریہ صاحبوں کو پھنسا دیا ہے جس میں اُن کا خود نقصان ہے جیسا کہ پہلی غلطی میں پرمیشر کا نقصان ہے اور وہ یہ کہ آریہ صاحبوں نے مکتی کو میعادی ٹھہرا دیا ہے۔ اور تناسخ ہمیشہ کے لئے گلے کا ہار قرار دیا گیا ہے۔ جس سے کبھی نجات نہیں۔ یہ بخل اور تنگ دلی خدائے رحیم و کریم کی طرف منسوب کرنا عقل سلیم تجویز نہیں کرسکتی۔...... پرمیشور بے گناہوں کو جو ایک دفعہ مکتی پا چکے اور گناہوں سے صاف ہو چکے۔ پھر مکتی خانہ سے کیوں بار بار نکالتا ہے۔ اس اعتراض کو پرمیشر نے اس طرح دفعہ کیا کہ ہر ایک شخص جس کو مکتی خانہ میں داخل کیا۔ ایک گناہ اس کے ذمہ رکھ لیا۔ اسی گناہ کی سزا میں آخر کار پھر ایک روح مکتی خانہ سے نکالی جاتی ہے۔...... اور یہ کہنا کہ نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی۔ یہ تو مخلوق کے کاموں کی نسبت عقل کا ایک ناقص تجربہ ہے پس اسی قاعدہ کے نیچے خدا کی صفات کو بھی داخل کرنا اگر نا سمجھی نہیں تو اور کیا ہے خدا بغیر جسمانی زبان کے بولتا ہے اور بغیر جسمانی کانوں کے سنتا ہے۔ اور بغیر جسمانی آنکھوں کے دیکھتا ہے اسی طرح وہ بغیر جسمانی لوازم کے پیدا بھی کرتا ہے اس کو مادہ کے لئے مجبور کرنا گویا خدائی صفات سے معطل کرنا ہے۔ اور پھر اس عقیدہ میں ایک اور بھاری فساد ہے۔ کہ یہ عقیدہ انادی ہونے کی صفت میں ذرہ ذرہ کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے۔ اور بت پرست تو چند بتوں کو ہی خدا کے شریک قرار دیتے تھے۔ مگر اس عقیدہ کے رُو سے تمام دنیا ہی خدا کی شریک ہے۔......

......اس کے بعد حقیقی نجات کی راہ اس طرح بتلائی۔ بلکہ حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے۔ جب انسان گندی زندگی سے توبہ کر کے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو اور اُس کے اصول کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں۔ ایک تدبیر اور مجاہدہ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ گندی زندگی سے باہر آنے کے لئے کوشش کرے اور دوسری دعا کہ ہر وقت جناب الٰہی میں نالاں رہے۔ تا وہ گندی زندگی سے اپنے ہاتھ سے اُس کو باہر نکالے اور ایک ایسی آگ اس میں پیدا کرے جو بدی کے خس و خاشاک کو بھسم کر دے۔ اور ایک ایسی قوت عنایت کرے جو نفسانی جذبات پر غالب آ جاوے۔ اور چاہئے کہ اسی طرح دعا میں لگا رہے۔ جب تک کہ وہ وقت آ جاوے کہ ایک الٰہی نور اس کے دل پر نازل ہو۔ اور ایک ایسا چمکتا ہوا شعاع اُس کے نفس پر گرے کہ تمام تاریکیوں کو دور کر دے۔ اور اُس کی کمزوریاں دور فرمائے اور اس میں پاک تبدیلی پیدا کرے۔ کیونکہ دعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر اسیر رہائی پا سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ اور اگر گندے پاک ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ مگر دعا کرنا اور مرنا قریب قریب ہے۔ تیسرا طریق صحبت کاملین اور صالحین ہے۔ کیونکہ ایک چراغ کے ذریعہ

سے دوسرا چراغ روشن ہوسکتا ہے غرض یہ تین طریق ہی گناہوں سے نجات پانے کے ہیں جن کے اجتماع سے آخرکار فضل شامل حال ہوجاتا ہے۔......

کیا ہم کسی سے اس طرح پر کوئی انعام حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم نے تیرا کوئی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ مخلصانہ خدمات سے انعام حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ خدمت خدا کی راہ میں یہ ہے کہ انسان صرف اُسی کا ہوجائے۔ اور اُس کی محبت سے تمام محبتوں کو توڑ دے۔ اور اس کی رضا کے لئے اپنی رضا چھوڑ دے۔ اس جگہ قرآن شریف نے خوب مثال دی ہے اور وہ یہ کہ کوئی مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ دو شربت نہ پی لے۔ پہلا شربت گناہ کی محبت ٹھنڈی ہونے کا جس کا نام قرآن شریف نے شربت کافوری رکھا ہے۔ لیکن افسوس کہ عیسائی صاحبوں اور آریا صاحبوں نے اس راہ کو اختیار نہ کیا۔ آریہ صاحبان تو اس طرف جھک گئے ہیں کہ گناہ بہر حالت خواہ توبہ ہو یا نہ ہو قابل سزا ہے۔ جس سے بے شمار جونیں بھگتنی پڑیں گی اور عیسائی صاحبان گناہ سے نجات پانے کی وہ راہ بیان فرماتے ہیں جو ابھی میں ذکر کر چکا ہوں۔......

......اپنے سیالکوٹ کے سابقہ قیام کا مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا۔

''براہین کی تالیف کے زمانہ کے قریب اسی شہر میں تقریباً سات سال رہ چکا ہوں۔ تاہم آپ صاحبوں میں ایسے لوگ کم ہوں گے جو مجھ سے واقفیت رکھتے ہوں کیونکہ میں اُس وقت گمنام آدمی تھا۔ اور اَحَدٌ مِّنَ النَّاس تھا۔ اور میری کوئی عظمت اور عزت لوگوں کی نگاہ میں نہ تھی۔ مگر وہ زمانہ میرے لئے نہایت شیریں تھا کہ انجمن میں خلوت تھی اور کثرت میں وحدت تھی اور شہر میں ایسا رہتا تھا جیسا کہ ایک شخص جنگل میں۔ مجھے اس زمین سے ایسی ہی محبت ہے جیسا کہ قادیان سے کیونکہ میں اپنے اوائل زمانہ کی عمر میں سے ایک حصہ اس میں گزار چکا ہوں۔ اور اس شہر کی گلیوں میں بہت سا پھر چکا ہوں۔ میرے اُس زمانہ کے دوست اور مخلص اس شہر میں ایک بزرگ ہیں یعنی حکیم حسام الدین صاحب جن کو اُس وقت بھی مجھ سے بہت محبت رہی ہے۔ وہ شہادت دے سکتے ہیں۔ کہ وہ کیسا زمانہ تھا اور کیسی گمنامی کے گڑھے میں میرا وجود تھا۔ اب میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ایسے زمانہ میں ایسی عظیم الشان پیشگوئی کرنا کہ ایسے گمنام کا آخرکار یہ عروج ہوگا۔ کہ لاکھوں لوگ اس کے تابع اور مرید ہوجائیں گے۔ اور فوج درفوج لوگ بیعت کریں گے۔ اور باوجود دشمنوں کی سخت مخالفت کے رجوع خلائق میں فرق نہیں آئے گا۔ بلکہ اس قدر لوگوں کی کثرت ہوگی کہ قریب ہوگا کہ وہ لوگ تھکا دیں کیا یہ انسان کے اختیار میں ہے۔ اور کیا ایسی پیشگوئی کوئی مکار کر سکتا ہے کہ چوبیس سال پہلے تنہائی اور بے کسی کے زمانہ میں اس عروج اور مرجع خلائق ہونے کی خبر دے؟......''

یہ لیکچر نہایت قابلیت کے ساتھ پڑھا گیا ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ باوجودیکہ مولوی صاحب کی طبیعت ناساز تھی لیکن محض خدا کے فضل سے انہوں نے اپنے فرض کو ادا کیا۔

**میر مجلس کی آخری تقریر:** مولوی صاحب جب لیکچر ختم کر چکے تو حضرت حکیم الامۃ پھر اپنے فرض مجلسی کے لحاظ سے

بہ حیثیت میر مجلس اٹھے اور اُس وقت وہ اس لیکچر کو سننے کے بعد اٹھے تھے اس لئے آپ کی روح میں ایک خاص قسم کی گدازش پیدا ہو چکی تھی۔ جو آپ کے چہرہ اور آواز سے معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر آخری تقریر جلسہ کو ختم کرنے کے واسطے مندرجہ ذیل الفاظ میں کی۔

''صاحبان! لیکچر کو آپ لوگوں نے سن لیا ہے وہ لیکچر ہوا کے ذریعہ آپ کے کانوں تک پہنچا ہے آپ نے اسے جہاں تک میں دیکھتا ہوں غور اور توجہ سے سنا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ آپ کو زیادہ فکر کرنے اور تنہائی میں غور کرنے کا کافی موقع مل سکے وہ لیکچر مطبوع (چھپا ہوا) بھی مل سکتا ہے اور اسی لئے وہ چھپایا گیا ہے تا کہ آپ اس پر غور کریں۔ فکر کریں اور تدبر کریں۔ آنکھوں سے اسے دیکھ لیں۔ اس تدبیر سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس لیکچر میں تمہاری بھلائی اور بہتری کے لئے کس قدر کوشش کی گئی ہے اور جو کچھ کہا گیا ہے محض خیر خواہی، نیک نیتی اور اپنے فرض منصبی کی حیثیت سے کہا گیا ہے۔ اس لیکچر میں دو باتوں کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اول اس امر پر بحث کی ہے کہ کیا اس زمانہ میں کسی مصلح ربانی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ دوم مصلح میں ہوں۔ امر اول کے متعلق یہ طرز اختیار کیا گیا ہے کہ زمانہ کی عام حالت اور اس کے مشکلات کو دکھایا گیا ہے پھر خصوصیت کے ساتھ...... جو لوگ قوم کا دل کہلاتے تھے اور اسی لئے اہل دل اُن کا نام تھا یہ گروہ ایسا ہو سکتا تھا کہ لوگ ان کی بیعت۔ ان کی صحبت اور معیت سے ہر قسم کی پاک اصلاح کرتے۔ لیکن اس اہل دل گروہ کی حالت اس وقت خود بگڑی ہوئی ہے۔ کیونکہ ان میں اباحت پیدا ہو گئی ہے۔ جس نے حدود شرعیہ اور اوامر و نواہی الٰہیہ کو بہت ہی گرا دیا ہے۔

پھر دوسرا گروہ علماء کا گروہ تھا جو قوم کا دماغ سمجھے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کا فرض تھا کہ وہ.... اقوال اور ساتھ ہی اپنے اعمال سے امر اللہ کی عظمت دلوں میں قائم کرتے اور مخلوق کو سچے علوم جو قرآن مجید کے چشمہ سے نکلتے ہیں پہنچاتے مگر ان میں حرص، ہوا، کمزوری، سستی۔ دھڑابندی اور ضد کی خطرناک امراض پیدا ہو گئی ہیں جن کی وجہ سے وہ خود ان علوم حقہ کے عامل نہیں رہے اور وہ خشیۃ اللہ اور تقویٰ جو سچے علوم کا انہیں وارث بناتی نظر نہیں آتا۔

اور اسی لئے ان کی باتوں میں اثر اور ان کی روح میں وہ جذب نہیں جو علماء ربانی میں ہوتا ہے۔

پھر قوم کے اعضاء رئیس تھے یعنی دولتمند لوگ مگر انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ دولت عیش و عشرت کے لئے ہے۔ مذہب کی اشاعت اپنے غریب اور کمزور بھائیوں کی مدد دولت کا مقصد نہیں۔ انہیں قومی کاموں کے ساتھ اور خصوصاً مذہب کے ساتھ کوئی دلچسپی اور تعلق ہی نہیں ہے بلکہ بڑی بھاری بدقسمتی یہ ہو رہی ہے کہ اکثر تو مذہب کا ذکر تک سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ پس ایسی حالت میں جبکہ قوم کا دل دماغ اور جسم امراض میں مبتلا ہو رہا ہے تو صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقت ایک مامور اور مصلح کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو مختلف الفاظ اور مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ پھر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آج کل لیکچروں کا دینا صرف زبان کی مشاقی پر موقوف سمجھا گیا ہے۔ بولنے والا یہ کچھ ضروری نہیں سمجھتا کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اپنے عمل سے بھی اسے دکھائے اسی لئے ان میں نرے الفاظ ہوتے ہیں اور کوئی روح اور تاثیر نہیں ہوتی۔ لیکن اس لیکچر کو آپ نے سن لیا ہے۔ جس کا وہ لیکچر ہے

اسے تم نے دیکھ لیا ہے اور وہ اپنے آپ کو بطور نمونہ پیش کرتا ہے غرض اس لیکچر میں ان مشکلات کا ذکر کیا ہے اور پھر اس کا علاج یوں بھی بتایا ہے کہ دعا سے کام لو اور نیک صحبت اختیار کرو۔

پھر اپنے دعویٰ کے ثبوت میں تین طریق بتائے ہیں اول عقل سے کام لو اور دیکھو ضرورت ہے یا نہیں۔ دوم نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ یا بشارات جو اس کے آنے کے متعلق ہیں۔ اور پھر اس نصرت الٰہی کو دیکھو جو اس کی ہو رہی ہے اور ان تائیدات پر غور کرو جو اس کے شامل حال ہیں۔ ان تینوں باتوں پر اس لیکچر میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ پس سننے کے بعد تدبر کے لئے یہ لیکچر محفوظ مل سکتا ہے۔ دعا کے ساتھ کام لو تا کہ اللہ تعالیٰ بدیوں سے پاک کرے۔ اور فضائل کے ساتھ متصف۔

لوگوں کے خیالات مختلف ہوتے ہیں طبائع مختلف ہیں اس اختلاف سے اختلاف مذاہب پیدا ہوا ہے لیکن اختلاف میں بھی ایک وحدت ہوتی ہے اور وہ وحدت بھی ایک راحت بخش ہوتی ہے افسوس ہے کہ اس اختلاف راحت بخش سے اب کام نہیں لیا جاتا۔ شاید اس امر پر تعجب ہو کہ اختلاف میں وحدت اور پھر وحدت بھی راحت بخش کیونکر ہوتی ہے مگر یہاں ہی غور کرو۔ مختلف لباس۔ مختلف اشکال، مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں اور ان کے اختلاف میں ایک وحدت ہے اور یہ نظارہ راحت بخش ہے بازار میں مختلف قسم کی دوکانیں ہوتی ہیں ان کا مجموعہ خوشنما ہی نہیں ہوتا بلکہ راحت رساں سامان مہیا کر سکتا ہے۔ تمام صداقتیں مختلف رنگوں سے پہنچائی جاتی ہیں لیکن اس اختلاف میں ایک وحدت اور اتفاق پیدا ہوتا ہے۔ دیکھو یہی لیکچر جو چھپا ہوا ہے کاغذ، سیاہی، قلم، کاتب، پریس مین وغیرہ کس قدر مختلف اشیاء اشخاص کے مجموعے سے ایک رنگ میں نکلا ہے۔ اب اسے دیکھ کر طبیعت کیسی خوش ہوتی ہے اور اس پر غور کر کے مفید نتیجہ نکالنے کا کیسا موقع ہے۔

اتفاق بڑی دولت ہے اتفاق سے گورنمنٹ حکومت کرتی ہے مگر یہ دولت فضل سے ملتی ہے پھر ہم تمہارا شکریہ کرتے ہیں کہ باوجود اختلاف طبائع، اختلاف خیالات کے خاموشی کی۔ حکومت نے اپنا اثر ڈالا۔ اور آپ نے توجہ سے سُنا جس طرح اس وقت اختلاف میں ایک وحدت راحت بخش پیدا ہوئی ہے خدا تعالیٰ اس کو بابرکت کرے اور یہ وقت مبارک ہو۔ آمین

اب میں اس جلسہ کو ختم کرتا ہوں۔" (اخبار الحکم قادیان ۲۴؍اکتوبر۔۱۰، ۲۴، ۳۰؍نومبر و ۱۰؍دسمبر ۱۹۰۴ء)

## حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خواہش

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے اجتماع ۲۸؍اکتوبر ۱۹۷۷ء کے افتتاحی اجلاس میں فرمایا:

"میں چاہتا ہوں ہر گھر کے اندر حضرت مسیح موعود کی کتب موجود ہوں۔ اور کثرت سے ان کے پڑھنے والے ہوں اور پھر آپس میں تبادلہ خیالات کرنے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں ہر مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے...... آپ کی کتابوں میں خدا تعالیٰ کی عجیب شان نظر آتی ہے کہ کس طرح معلم حقیقی نے آپ کو سکھایا تھا۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو پیارے امام الثالثؒ کی اس خواہش کو کما حقہ پورا کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

# ۱۰۰سال قبل (۱۹۰۴ء)

کتنی تو خوش نصیب ہے اے ارضِ سیالکوٹ
تجھ کو مسیحِ وقت نے اپنا کہا وطن
اس کے قدم سے ذرے ترے بن گئے نجوم
رشکِ بہار ہو گیا ہر گوشۂ چمن
سو سال قبل جب وہ ہوا تجھ پہ جلوہ گر
تونے نثار کر دیا دھن اپنا اور من
اتنا ہجومِ عاشقاں دیدار کے لئے
ہر کوچہ و بازار بنا ایک انجمن
پہنچا پیام مہدئ دوراں گلی گلی
اتنا حسین و دلکش پیارا تھا وہ سخن
شیرینئ بیان کا جادو تھا اس قدر
جذبات کا طوفان تھا ہر دل میں موجزن
شبیر دیدنی تھا جنوں شیخ و شاب کا
ہر اک کو جاں نثار ہی کرنے کی تھی لگن

چوہدری شبیر احمد

امام الکلام

# خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت اور بنی نوع کی ہمدردی

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت اور بنی نوع کی ہمدردی کے تعلق میں فرمایا :

''......خدا نے قدیم سے اور جب سے کہ انسان کو پیدا کیا ہے یہ سنّت جاری کی ہے کہ وہ پہلے اپنے فضل عظیم سے جس کو چاہتا ہے اُس پر رُوح القدس ڈالتا ہے۔ اور پھر رُوح القدس کی مدد سے اس کے اندر اپنی محبت پیدا کرتا ہے اور صدق وثبات بخشتا ہے اور بہت سے نشانوں سے اس کی معرفت کو قوی کر دیتا ہے اور اس کی کمزوریوں کو دُور کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ سچ مچ اس کی راہ میں جان دینے کو تیار ہوتا ہے اور اس کا اُس ذات قدیم سے کچھ ایسا غیر منفک تعلق ہو جاتا ہے کہ وہ تعلق کسی مصیبت سے دُور نہیں ہوسکتا اور کوئی تلوار اس علاقہ کو قطع نہیں کرسکتی۔ اور اس محبت کا کوئی عارضی سہارا نہیں ہوتا۔ نہ بہشت کی خواہش نہ دوزخ کا خوف نہ دنیا کا آرام اور نہ کوئی مال ودولت بلکہ ایک لامعلوم تعلق ہے جس کو خدا ہی جانتا ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ یہ گرفتارِ محبت بھی اس تعلق کی کُنہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ کیوں ہے اور کس خواہش اور کس طرح سے ہے کیونکہ وہ ازل سے تعلق ہوتا ہے۔ وہ تعلق معرفت کے ذریعہ سے نہیں بلکہ معرفت بعد میں آتی ہے جو اس تعلق کو روشن کر دیتی ہے۔ جیسا کہ پتھر میں آگ تو پہلے سے ہے لیکن چقماق سے آگ کے شعلے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے۔ اِسی وجہ سے ایک طرف تو خدا کے ساتھ اس کا ایسا ربط ہوتا ہے جو اس کی طرف ہر وقت کھینچا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف نوعِ انسان کے ساتھ بھی اس کا ایسا تعلق ہوتا ہے۔ جو اُن کی مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب زمین کے تمام طبقات کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور خود بھی ایک طرف کھینچا جا رہا ہے۔''

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد ۲۰، صفحہ ۲۲۴-۲۲۵)

# حضرت مسیح موعودؑ کی قادیان دارالامان کو واپسی کا سفر

حضرت مولانا شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ...... نے جلسہ کی کارروائی کے بعد قادیان دارالامان واپسی کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے اخبار الحکم میں تحریر فرمایا:

"**واپسی دارالامان کو**: ۳ر نومبر کی صبح کو پھر غیر معمولی تحریک سیالکوٹ کی سرزمین میں تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ملائکہ کا نزول ہو رہا ہے اور ملائکہ اور شیاطین کے درمیان ایک جنگ ہو رہی ہے۔ حضرت اقدس کو جبکہ وہاں کی آبادی ایک دفعہ نہیں تین دفعہ کھلے طور پر دیکھ چکی تھی اور حضرت اقدس میں کوئی جذب اور کشش تھا تو وہ کیوں بار بار آپ کے دیکھنے کو جمع ہو جاتی تھی بلکہ حضرت اقدس کی پرزور مخالفت اور آپ کے سلسلہ کی وقعت کو کم کرنے کے لئے تو مناسب تھا کہ ایک متنفس بھی باہر نہ آتا۔ مگر برخلاف اس کے باوجود اس مخالفت عظیم کے باوجود ۳ مرتبہ کی کھلی زیارت کے۔ آج صبح ہی سے پھر وہ در و دیوار کوچہ اور بازار جو کل صبح کو بھرے ہوئے تھے۔ سیالکوٹ کے رہنے والوں سے بھرے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اس کوچہ میں جہاں حضور کا قیام تھا گذر مشکل ہو رہا تھا اور پولیس بھی آسانی کے ساتھ انتظام نہ رکھ سکتی تھی۔ مخالف الرائے مولویوں نے آج بھی لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور ادھر آنے سے روکنے کے لئے ہر چند کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

جماعت سیالکوٹ نے ۱۰ بجے تک کل مہمانوں کو کھانا کھلا کر فارغ کر دیا اور رخت سفر بندھنے لگا۔ ۱۲ بجے کے قریب حضرت باہر تشریف لائے اور سٹیشن پر چلنے کے لئے تیار نکلے آپ سے پہلے مستورات کو حضرت میر ناصر نواب صاحب کے زیر حفاظت سٹیشن پر پہنچا دیا گیا تھا۔

**ریلوے سٹیشن**: جس مقام پر حضور گاڑی سے اُترے تھے اس مقام پر حضور کی سواری پہنچی اور آپ ایک ریزروڈ گاڑی میں سوار ہو گئے۔ آپ کے خدام ایک دوسری ریزروڈ گاڑی میں سوار ہوئے سٹیشن پر بہت بڑا مجمع زائرین اور خدام کا موجود تھا۔ اور خدام کے چہروں سے حسرت ٹپکتی تھی ان کے چہرہ بتا رہے تھے کہ ابھی وہ سیر نہیں ہوئے اور چاہتے ہیں کہ خدا کا مسیح ان میں عرصہ دراز تک ٹھہرا رہے۔ اور وہ خدمت احباب کے ثواب سے اور دامن بھریں۔......

**گاڑی کی روانگی**: گاڑی اپنے وقت پر سیالکوٹ سٹیشن سے روانہ ہوئی اور یوں نوع انسان کے خادم و مخدوم عاشق و معشوق محب و محبوب ہاں لیلائے قوم و مجنون قوم کو لے کر ناز سے اتراتی ہوئی چل دی۔ سٹیشن السلام علیکم اور بسلامت روی و باز آئی

اور خدا حافظ کے آوازوں اور نعروں سے گونج اٹھا۔

اس موقع پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کے حالات کا بھی کسی قدر نقشہ کھینچ دیں جو ہمارے مخالف علماء کے تیار کردہ گروہ نے دکھائے۔ کیونکہ ان میں ہمارے لئے عبرت ہے قوم کی ایسی مردہ حالت توجہ کرنے کے قابل ہے وہ ضرورت امام کا زندہ نمونہ ہے وہ اپنی جگہ حضرت امامؑ پر (معاذ اللہ) نفرین کرتے تھے مگر ان کی یہ گری ہوئی حالت نہیں ان کی مسخ شدہ حالت پکار پکار کر زبان حال سے کہتی تھی۔

زمان فریاد میدارد کہ بشتابید نصرت را

اور خدا کا ماموروم رسل...... ایسی گری ہوئی حالت کو مشاہدہ کر کے اپنی عملی حالت سے کہہ رہا تھا۔

شب تاریک و بیم وزد و قوم ما چنین غافل

کجا زین غم روم یارب نما خود دستِ قدرت را

حافظوں، مولویوں، صوفیوں اور اصلاح قوم کے مدعیوں نے جو گروہ سیالکوٹ میں رہ کر تیار کیا اس کا نمونہ دیکھ کر ہمارے ناظرین یقیناً لاحول پڑھیں گے۔ لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہی مسخ ہے۔ جس کا ذکر ہم خدا تعالیٰ کی کتاب میں پڑھا کرتے ہیں۔ یہی حالت ان لوگوں کی اس امر کی داعی ہے کہ خدا کا کوئی مامور اور مرسل اس وقت آوے۔ کیونکہ قوم میں عام اخلاق فاضلہ بھی تو نہیں رہے جو ایک شریف آدمی میں ہونے چاہئیں جو دوسری قوموں میں خواہ نمائشی ہی کیوں نہ ہوں پائے جاتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اپنے الفاظ میں ان حالات کو ادا کریں بلکہ اپنے ہمعصر اہلحدیث سے نقل کر دیتے ہیں۔

"چنانچہ ان سے (یعنی مخالف مسلمانوں سے ایڈیٹر الحکم) جہاں تک ہو سکا انہوں نے مرزا صاحب کا ساتھ دیا۔ روانگی کے وقت بدستور ریلوے سٹیشن تک جیسا استقبال کیا تھا اس سے بڑھ کر اس بار کیا بلکہ ایک مزید بات یہ بھی ہوئی جو سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے قادیانی کرشن جی کی مہما میں اپنے اسلامی اخلاق کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔ چلتی گاڑی کے وقت اسٹیشن سے ایک طرف پرہ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور مرزا صاحب کی مستورات کے سامنے جوش جنون میں ننگے ہو کر ناچتے رہے...... تاہم یہ حرکت اسلامی اخلاق سے بہت گری ہوئی ہے۔ (اہلحدیث ۱۱ر نومبر ۱۹۰۴ء)

یہ الفاظ اہل حدیث کے ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حرکت اسلامی اخلاق سے بہت گری ہوئی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہی اخلاقی اور عملی حالت کا گر جانا کیا اس امر کی دلیل نہیں کہ مسلمانوں کے لئے ایک مامور کی ضرورت ہے۔ جو اپنی قوت قدسی سے ان کا تزکیہ نفس کرے جب کہ شارع عام پر ننگا ہونا جرم ہے تو کیا سیالکوٹ کے ان مسخ شدہ مسلمانوں نے جنہوں نے ایسی حرکات کیں قوانین وقت کی بھی بے حرمتی نہیں کی۔

ہم نہایت درد دل سے ان کی اس حالت کو ان لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جو اپنے دل میں قوم کا درد اور مسلمانوں کی حالت پر نوحہ خوانی در در رکھتے ہیں- کہ کیا افریقہ کے وحشیوں سے یہ کم حالت ہے؟ کیا ان مولویوں ،صوفیوں اور واعظوں نے جو بہت دنوں سے سیالکوٹ میں پہنچے ہوئے تھے اپنی قوت قدسی کا یہی اثر ڈالا تھا؟

مسلمانو! ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی! وہ اگر حضرت مرزا صاحب سے بیزار تھے تو چاہئے تو یہ تھا کہ اپنی اخلاقی حالت کا غیر معمولی نمونہ دکھاتے- اور نہایت تواضع اور انکسار سے پیش آتے اور دکھا دیتے کہ قرآن کریم نے ان کی ایسی اصلاح کی ہے یا کم از کم وہ ان صوفیوں اور حاجیوں حافظوں کی قوت قدسی کے ثبوت کے لئے خواہ نمایشی ہی ہوتا اخلاق برتتے مگر ان سے جو سرزد ہوا ہے وہ وہ فعل ہے جو اخلاقی طور پر اور پھر قانونی طور پر خطرناک جرم ہے-

بخدا امہات المومنین نام کتاب پڑھ کر دل میں درد اٹھا تھا کہ یہ کیسے سنگدل اور اخلاق کو چھوڑنے والی قوم ہے جو ازواج مطہرات پر جن کی تطہیر خود اللہ تعالیٰ کرتا ہے ایسے الزام بے دردی نہیں بے حیائی سے لگاتے ہیں- لیکن مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر عیسائی قوم کا گلہ جاتا رہا اور اپنی ہی قوم پر آنسو بہانے کی ضرورت پیش آئی سچ ہے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن کرد آنچہ آشنا کرد

ہم نے تاریخ میں پڑھا تھا کہ حضرت سید ولد آدم فخر الاولین و آخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اہل طائف کو تبلیغ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو ان جفا کاروں نے اس مقدس و مطہر وجود پر اینٹوں اور پتھروں کا مینہ برسایا اور جہاں اور لڑکوں کے گروہ کو برسر پرخاش آمادہ کیا جنہوں نے آپ کو پتھر مارے اور گالیاں دیں- ایسی حالت میں قریب تھا کہ آسمان ٹوٹ پڑتا اور زمین شق ہو جاتی ان شریروں کو بھسم کر جاتی - اس عظیم الشان فضل و رحمت کو انہوں نے بہت بے دردی اور جفا کاری کے ساتھ رد کیا- اور سید المعصومین کو وہ دکھ دیا جس کے بیان کرنے کے لئے زبانِ قلم اور قلمِ زبان طاقت نہیں رکھتی-

ٹھیک یہی نمونہ سیالکوٹ کی اس جماعت نے جو مسلمانوں کے چیدہ برگزیدہ علماء نے چند روز پہلے سے وعظ کر کے تیار کی تھی دکھایا- خدا کا مامور و مرسل ان میں آیا تا کہ انہیں خدا کا پیغام سنائے- اور تقرب الی اللہ کی راہیں دکھائے- مگر انہوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا وہی جو اہل طائف نے کیا تھا- گالیاں دیں، ننگے ہو کر ناچے اور بالآخر پتھر مارے- مگر خدا کے مامور نے ان کو کیا جواب دیا- وہی جو سید انس و جان صاحبِ خلقِ عظیم ہاں احمد کے مخدوم و مطاع احمد مکی نے دیا تھا یعنی

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

حضرت حجۃ اللہ ان لوگوں کی ان جفا کاریوں کو دیکھتے اور کبھی ان سے دل ہی دل میں یوں خطاب کرتے-

اے معترض بخوفِ الٰہی صبور باش تاخود خدا عیاں کند آں نورِ اخترم

آخر نخواندۂ کہ گماں نکو کنید ——— چون میرَوی برون زِ حددوش برادرم
بر من کشی تو چنیں خنجر زبان ——— از خود نیم ز قادرِ ذوالمجد اکبرم
ماموروم و مرا چہ دریں کار اختیار ——— رو ایں سخن بگو بخداوندِ آمرم
اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر ——— از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم
اَے قوم من بگفتہ من تنگ دل مباش ——— ز اوّل چنیں مجوش بہ بیں تا با آخرم
اَے قوم من بصیر نظر سوئے غیب دار ——— تا دست خود بعجز زِ بہر تو گسترم

اور کبھی اپنے مولیٰ کریم کو مخاطب کر کے یوں دردِ دل کا اظہار فرماتے۔

ہر شب ہزار غم بمن آید زِ دردِ قوم ——— یارب نجات بخش ازیں روزِ پرشرم
یارب باب چشم من آں کسل شاں بشو ——— کامروز ترشدہ است ازیں درد بسترم
امروز قوم من نشناسد مقامِ من ——— روزے بگریہ یاد کُند ایں وقتِ خوشترم
در تنگ نائے حیرت وفکرم ز قومِ خویش ——— یارب عنایتے کہ ازیں فکرِ مضطرم
نے چشم ماندہ است و نہ گوش و نہ نور و دل ——— جز یک زبانِ شاں کہ نیرزد بیکدرم
بد گفتنم زِ نوعِ عبادت شمردہ اند ——— در چشم شاں پلید تر از ہر مزوّرم

اور پھر اپنے دل کو خطاب کر کے کہتے کہ

اَے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار
کآخر کنند دعوئے حُبِّ پیمبرم

پھر اپنے استغنا کا ثبوت دیتے ہوئے ظاہر کرتے۔

از طعن دشمنان خبرے چوں شود مرا ——— کاندر خیال دوست بخواب خوش اندرم
بدبوئے حاسداں نرساند زیاں بمن ——— من ہر زماں ز نافۂ یادش معطرم

اس طرح پر وہ لوگ اپنی اخلاقی اور عملی حالت کا نمونہ اینٹ پتھر پھینک کر اور گالیاں دے کر دکھاتے رہے اور گاڑی نے چند ہی منٹ میں ان کو نظر سے دور کر دیا۔ اس وقت خود انہیں بھی شرم آئی ہو گی کہ ہم سے جو حرکت ہوئی وہ یہی نہیں کہ اسلام کے منشاء و مقاصد سے دور تھی بلکہ انسانیت سے بھی بعید اور ان کی یہ مسخ شدہ حالت بیّن ثبوت تھا **ضرورت امام کا۔**

مبارک وہ جو اس پر غور کریں اور افسوس ان پر جو صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ کا مصداق ہو کر توجہ نہ کریں۔ غرض واپسی پر بھی ہر سٹیشن پر وہی اژدھام اور رونق ہوتی تھی۔ جس سے خدا تعالیٰ کے اس کلام کی کہ میں **تیرا نام**

4

**آفاق میں بڑھاؤں گا** کی تصدیق ہوتی تھی۔

**سٹیشن وزیر آباد اور پادری سکاٹ**: وزیر آباد سٹیشن پر وہی ہجوم اور کثرت زائرین تھی جو پہلے تھی۔ حافظ غلام رسول صاحب نے پھر لیمونیڈ اور سوڈا واٹر کی دعوت اپنے بھائیوں کو دی۔ اس مرتبہ اس سٹیشن پر ایک عجیب بات جو پیش آئی وہ یہ تھی کہ ڈسکہ کا مشنری پادری سکاٹ صاحب حضرت اقدس سے آ کر ملا۔

پادری سکاٹ صاحب کے ساتھ ہمارے مکرم بھائی شیخ عبدالحق صاحب نومسلم کے بھی عیسائیت کے ایام میں دوستانہ تعلقات تھے۔ پادری صاحب نے حضرت اقدس کے پاس آ کر پہلے سلسلہ کلام شیخ عبدالحق ہی سے شروع کیا کہ آپ نے ہمارا ایک لڑکا لے لیا۔ اس قسم کی باتیں ہو رہی تھیں جبکہ ہم نے پہنچ کر اس گفتگو کو قلمبند کرنا شروع کر دیا۔

**پادری سکاٹ**:۔ آپ میں اور عیسوی مذہب میں کیا اختلاف ہے؟

**حضرت اقدس**:۔ موجودہ عیسوی مذہب اور ہم میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ البتہ حضرت مسیح علیہ السلام کی اصل تعلیم اور مذہب اور ہمارے مذہب کے اصولوں میں اختلاف نہیں ہے وہ بھی خدا کی پرستش کرتے اور اس کی توحید کا وعظ اور تبلیغ کرتے تھے اور دوسرے تمام نبی بھی یہی تعلیم لے کر آتے تھے۔

**پادری سکاٹ**:۔ ...... لوگوں میں تو بہت سے فرقے موجود ہیں؟

**حضرت اقدس**:۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عیسائیوں میں کس قدر فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور اصولوں میں بھی متفق نہیں۔ مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے تو فروعات اور جزئیات میں ہے۔ اصول سب کے ایک ہی ہیں۔

**پادری سکاٹ**:۔ ان عیسائی فرقوں میں سے آپ کس کو حق پر سمجھتے ہیں؟

**حضرت اقدس**:۔ میرے نزدیک تو راستباز وہی فرقہ ہے جو حضرت مسیح اور ان کے حواریوں کا تھا۔ اس کے بعد تو اس مذہب کی مرمت شروع ہو گئی اور کچھ ایسی تبدیلی شروع ہوئی کہ حضرت مسیح کے وقت کی عیسویت اور موجودہ عیسویت میں کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔

**پادری**:۔ اس کی خبر آپ کو کہاں سے ملی۔

**حضرت اقدس**:۔ پیغمبروں کو خدا تعالیٰ ہی سے خبریں ملا کرتی ہیں میں بھی خدا ہی سے خبریں پاتا ہوں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں۔

**پادری**:۔ اس میں شک نہیں کہ پیغمبروں کو خدا سے ہی خبر ملتی ہے۔

اس مقام تک جب پہنچے تو پادری صاحب کی نظر ایڈیٹر الحکم پر پڑی جو اس گفتگو کو قلمبند کر رہا تھا۔ پادری صاحب

اسے دیکھ کر گھبرائے اور بولے یہ کون نوٹ کر رہا ہے۔ جب ان کو یہ کہا گیا کہ یہ الحکم اخبار کا ایڈیٹر ہے جو اس سفر میں حضرت کے ساتھ ہے اور حالات سفر قلمبند کر کے شائع کرے گا تو پادری صاحب بولے میں اب جاتا ہوں یہ تو شائع کر دیں گے۔ انہیں کہا گیا کہ کیا حرج ہے۔ دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا مگر ہم سچ کہتے ہیں اور اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ پادری صاحب کی گھبراہٹ کا اندازہ کر سکتے ہیں ہر چند وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اس سلسلہ کلام کو یہاں چھوڑ دیں مگر حاضرین نے انہیں سلسلہ کلام جاری رکھنے پر اصرار کیا اور کہا کہ اگر آپ کو نہیں تو ہم لوگوں کو فائدہ پہنچ جاوے گا اس اصرار پر انہوں نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ اور پھر بولے تو یہ بولے۔

**پادری:**۔ تمہارے بہت سے چیلے ہیں یہ حملہ نہ کر دیں۔

**حضرت اقدس:**۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ خواہ مخواہ ایک قوم پر جس کو نیک چلنی، انکسار اور تواضع کی تعلیم دی جاتی ہے حملہ کرتے ہیں، ایسی حالت میں کہ میں ان میں موجود ہوں۔ اور آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی ان میں سے بولتا بھی نہیں۔ آپ یہ امید کر سکتے ہیں۔ آپ جس طرح چاہیں جو چاہیں مجھ سے پوچھیں ان میں سے کوئی تمہیں مخاطب بھی نہیں کرے گا۔ ان کو یہ تعلیم نہیں دی جاتی۔ علاوہ بریں چیلے کا لفظ ٹھیک نہیں ہے گو اس لفظ کے معنی اور مفہوم برا نہ ہو لیکن ہر ایک قوم کو اسی لفظ اور نام سے پکارنا چاہئے جو وہ اپنے لئے پسند کرتی ہے۔ یہ لفظ چیلے کا ہندوؤں کے ساتھ مختص ہے۔

**پادری:**۔ میں نے سنا ہے سیالکوٹ میں بڑی رونق تھی۔

**حضرت اقدس:**۔ ہاں بہت بڑا مجمع تھا۔

**پادری:**۔ آپ لوگوں کو صرف ہدایت دیتے ہیں یا فضل بھی۔

**حضرت اقدس:**۔ میری ہدایت کچھ چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ فضل نہ ہو۔ کوئی آدمی کبھی ہدایت نہیں پا سکتا جب تک آسمانی فضل ہی اس کی دستگیری نہیں کرتا ہے۔ وہ میری شناخت اسے عطا کرتا ہے تب وہ میرے پاس آتا ہے اور وہ ہدایت اور معرفت لیتا جو مجھے خدا نے دی ہے۔ اور پھر اپنے فضل سے دی ہے۔

**پادری:**۔ میں اس فضل کا ذکر نہیں کرتا جو آپ کو ملتا ہے بلکہ میں اس فضل کا ذکر کرتا ہوں جو ان کو ملتا ہے۔

**حضرت اقدس:**۔ میں بھی تو اس فضل کا ذکر کرتا ہوں جو ان کو ملتا ہے ان کو پہلے تو وہ فضل ہی ہے جو میرے پاس لاتا ہے پھر جو فضل مجھے دیا جاتا ہے۔ وہی فضل میری صحبت اور تعلق کی وجہ سے ان میں سرایت کرتا ہے۔ جس قدر اعتقاد بڑھے گا اسی قدر یہ لوگ اور ہر ایک مخلص ارادت منداس فضل کو جذب کرے گا اور ان لوگوں کا تعلق میرے ساتھ درخت کی شاخوں کی طرح ہے۔ جس جس قدر وہ شاخیں قریب ہیں اور اپنی سبزی اور زندگی میں تر و تازہ ہیں اسی قدر زیادہ وہ اس غذا کو جو جڑ کے ذریعہ درخت

حاصل کرتا ہے- یہ جذب کرتی ہیں- اگر کوئی شاخ خشک ہو تو ہر چند وہ درخت کے ساتھ تعلق بھی رکھتی ہو لیکن اس غذا سے کوئی حصہ نہیں پا سکتی- اسی طرح پر شاگرد اور مرید شاخوں کی طرح ہی ہوتے ہیں جس قدر کوئی تعلق محبت اور حسن ایمان رکھتا ہے اور جس قدر زیادہ صحبت میں رہتا ہے اسی کے موافق وہ حصہ پاتے ہیں اول فضل خود اس درخت میں بھی ہونا چاہئے اگر اُس میں ہی کوئی قوت اور روح معرفت کی نہ ہوگی تو وہ دوسروں کو کیا پہنچا سکے گا-

پادری:- کس درخت کی شاخ

حضرت اقدس:- وہ درخت جس کو خدا لگاتا ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے- **جیسے میں خدا کی طرف سے آیا ہوں** اور خدا نے مجھے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے-

پادری:- میں آپ کے دعویٰ کا اصل مطلب نہیں سمجھا کیا آپ مسیح کہلاتے ہیں؟

حضرت اقدس:- تعجب ہے میرا دعویٰ تو عرصہ سے شائع ہو رہا ہے اور ولایت اور امریکہ تک لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے آپ کہتے ہیں کہ میں مطلب نہیں سمجھا ہاں میں مسیح کہلاتا ہوں اور خدا نے **مجھے مسیح** کہا اور **مسیح** کر کے بھیجا-

پادری:- وہ تو ایک ہی مسیح ہے-

حضرت اقدس:- اللہ تعالیٰ کی ذات میں بخل نہیں ہے وہ ہزاروں ہزار مسیح بنا سکتا ہے چنانچہ **ایک میں نمونہ موجود ہوں- جو زندہ مسیح** ہے-

پادری:- انیس سو برس پیشتر آپ سے ایک مسیح دنیا میں آیا تھا- اور وہی مسیح مشہور ہے جس کی طرف یہودیوں کے عہدنامے میں اشارہ ہے کہ مسیح آئے گا اور وہ اس کے منتظر تھے اس کے سوا تو کوئی اور مسیح نہیں-

حضرت اقدس:- ہاں انیس سو برس پیشتر ایک مسیح آیا تھا- مگر جس مسیح کا آپ ذکر کرتے ہیں یا جس کو مانتے ہیں- اس کا ذکر یہودیوں کے عہدنامے میں کہیں نہیں ہے- کیونکہ وہ کسی خدا مسیح کے منتظر نہ تھے بلکہ ایک نبی کے منتظر تھے اگر وہ کسی خدا یا خدا کے بیٹے کے منتظر ہوتے تو وہ اس کو مان لیتے-

علاوہ بریں یہودیوں کے عہدنامہ میں جس مسیح کا ذکر ہے وہ نشان دو مسیحوں کی طرف جاتا ہے ایک وہ جو مجھ سے پہلے آیا دوسرا میں ہوں جو ساتویں ہزار میں آنے والا تھا- مسیح کی آمد ثانی کے تم لوگ بھی قائل ہو- لیکن دوسری آمد کو تم نے اس کی آمد سمجھ لیا ہے- حالانکہ اس سے مراد کسی اور کا آنا مراد تھا یعنی میرا آنا مراد تھا- دانیال نبی کی کتاب میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ اس امر کو بیان کیا ہے-

یہ ساتواں ہزار ہے جو آپ کے دعویٰ کو باطل کرتا ہے کہ وہی آنے والا تھا اس نے میری تصدیق کی۔ چنانچہ بڑے عیسائی فاضلوں نے مسیح کے آنے کا یہی زمانہ قرار دیا ہے اور آخر مایوس ہو کر امریکہ وغیرہ میں ایسے رسائل بھی شائع ہو گئے کہ دوبارہ آنے کا خیال غلط ہے آمد ثانی سے مراد صرف کلیسیا ہی ہے۔ اگر یہ وقت آنے کا نہ تھا تو ان لوگوں کو کیا مصیبت پیش آئی تھی کہ وہ ایسی تاویلیں کرتے یا انکار کرتے۔ حقیقت میں آنے کا زمانہ یہی تھا۔ اور آنے والا آ گیا مگر تھوڑے ہیں جو اسے دیکھتے ہیں۔

اب آپ خواہ قبول کریں یا نہ کریں اور کوئی مسیح تو آنے والا نہیں جس کا آپ کو انتظار ہے وہ مر چکا اور مَیں خدا کے وعدہ کے موافق آ گیا۔

**پادری:۔** جو دھوکا یہودیوں کو تھا وہی آپ کو ہے کہ ایک مسیح دکھ اٹھائے گا۔ دوسرا بزرگی پائے گا۔

**حضرت اقدس:۔** دراصل یہودیوں والا دھوکہ تو آپ کو لگا ہوا ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح کے اپنے فیصلہ کو یاد رکھتے تو ٹھوکر نہ کھاتے۔ یہودیوں کو جو دھوکا لگا تھا وہ یہی تھا کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا نبی کا آنا مانتے تھے اور اقرار کرتے تھے کہ وہی ایلیا آئے گا۔ حالانکہ مسیح نے اس کا فیصلہ یہ کیا کہ آنے والا ایلیا یوحنا کے رنگ میں آیا ہے چاہو تو قبول کرو۔ اب اگر دوبارہ آنا صحیح ہوتا تو پھر ایلیا ہی کو آنا چاہئے تھا اسی طرح مسیح کی آمد ثانی ہے اس سے مراد وہ آپ ہی کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ آپ کو یہودیوں والا دھوکہ لگا ہے ورنہ میں تو وہی مسیح ہوں جو آنے والا تھا اور میرا وہی فیصلہ ہے جو ایلیا کے حق میں مسیح نے کیا۔

**پادری:۔** وہ ایلیا تو آ چکا۔

**حضرت اقدس:۔** میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ آ چکا مگر تم یہ بتاؤ کہ کیا یوحنا کو ایلیا نہیں بنایا گیا۔ اب میرے معاملہ میں آپ کیوں ٹھوکر کھاتے ہیں اور مسیح کے فیصلہ کو حجت نہیں مانتے۔

**پادری:۔** آپ معاف کریں میں جاتا ہوں۔

**حضرت اقدس:۔** اچھا۔

اس کے بعد پادری صاحب تشریف لے گئے۔ ایڈیٹر الحکم نے ان سے جا کر پوچھا کہ آپ مہربانی کر کے مجھے اپنا نام بتا دیں۔ اس پر پادری صاحب کہنے لگے نام کی کیا ضرورت ہے۔ پھر کہا گیا کہ آپ کو بتانے میں کیا حرج ہے۔ تو بتایا کہ میرا نام سکاٹ ہے اور میں ڈسکہ رہتا ہوں۔

پادری صاحب کی گاڑی کے پاس اکثر احمدی اس وقت جمع تھے ان سے پادری صاحب نے پوچھا کہ تم سچ مچ ان کو مسیح مانتے ہو۔ جواب دیا گیا کہ خدا کے فضل سے ہم اس شخص کو خدا کا مرسل مسیح موعود مانتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ یہ وہی ہے۔

پھر پادری صاحب نے پوچھا کہ تم لوگوں میں اس کو مسیح ماننے سے کیا قوت آئی ہے۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ ہم میں ایسا ایمان پیدا ہو رہا ہے جو آپ کے خدا یسوع کے شاگردوں کو بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد گاڑی نے وسل دیا اور ہم تو ان کو وہیں چھوڑ کر چلے آئے۔ البتہ سیالکوٹ کی جماعت ان سے کھڑی گفتگو کرتی رہی۔ اب گاڑی کے روانہ ہونے کا وقت قریب تھا لوگ مصافحہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔

ہم ایک امر کا تذکرہ اس واپسی کے قیام وزیرآباد کے متعلق بھول آئے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ گاڑی ہی میں بہت سے آدمیوں نے حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی۔

ہاں ہم کو یہ بھی ظاہر کرنا ہے کہ وزیرآباد ریلوے سٹیشن کے عملہ ریلوے کے ہم بہت ہی شکرگزار ہیں جنہوں نے اپنے فرض منصبی کو پورے طور پر ادا کیا۔ انتظام پورا رکھا اور بااین کسی شخص کو یہ کہنے کا موقع نہ ملا۔ کہ ہم زیارت سے محروم رہ گئے۔

جب حضرت سیالکوٹ تشریف لے گئے ہیں تو وزیرآباد کے عملہ سٹیشن کو سفر جہلم کے موقع پر حصول نیاز کا موقع نہ ملنے کے باعث ایک حسرت تھی اس لئے انہوں نے گاڑی کو تو بہر حال کاٹ کر دوسری ٹرین سیالکوٹ کے ساتھ لگانا ہی تھا اس موقع کو غنیمت سمجھ کر وہ گاڑی کو دور تک لے گئے اور خود گاڑی کے پایہ دان پر سوار ہو گئے اور اس قدر عرصہ میں جس قدر ممکن تھا دل کھول کر زیارت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اس سفر میں تمام درمیانی سٹیشنوں سے بڑھ کر وزیرآباد کے سٹیشن پر عمدہ انتظام تھا۔

واپسی پر قریباً ہر سٹیشن پر وہی مجمع اور وہی رونق تھی۔ بعد مغرب گاڑی لاہور پہنچی جہاں جماعت لاہور نے استقبال فرمایا اور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کی طرف سے حضرت اقدس اور حضور کے ہمراہیوں کو کھانا دیا گیا۔

ہم کو ایک خاص ضرورت کے لئے لاہور خواجہ صاحب کے ایما پر اترنا پڑا اور حضرت اقدس اسی شام کو بٹالہ پہنچ کر شب باش ہوئے۔

**قیام بٹالہ:** (قیام بٹالہ) کے متعلق اس سے زیادہ اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ پہلی مرتبہ جماعت بٹالہ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ اس نے حضرت حجۃ اللہ اور خدام مسیح موعود کی دعوت کی سٹیشن سے اترتے ہی چائے اور کھانا دیا گیا۔ اور ٹھہرنے کے لئے سرائے متصل سٹیشن میں انتظام کیا گیا۔

**دارالامان میں داخلہ:** بہت سے خدام بٹالہ پہنچ گئے تھے اور بعض راستہ ہی میں استقبال کے لئے جا ملے تھے۔

۱۲ بجے کے قریب حضرت حجۃ اللہ مسیح موعودؑ خیر و عافیت سے دارالامان واپس پہنچ گئے۔ حضور کی واپسی اور داخلہ دارالامان پر حافظ روشن علی صاحب تلمیذ حضرت حکیم الامت نے خیر مقدم کے طور پر ایک قصیدہ لکھا۔

# قصیدہ خیر مقدم

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی سیالکوٹ سے واپسی اور داخلہ دارالامان پر حضرت حافظ روشن علی صاحب تلمیذ حضرت حکیم الامۃ (حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب ......ناقل) نے خیر مقدم کے طور پر ایک قصیدہ لکھا جس کو مع ترجمہ دیا جاتا ہے۔

جَآءَ الاِمَامُ فَابْشِرُوْا یَا اِخوَتِی قُومُوا اِلَی اسْتِقْبَالِہٖ یَا حُبَّتِی

اے میرے بھائیو تمہیں خوشخبری ہو حضرت امام تشریف لائے ہیں۔ میرے پیارو اٹھو۔ ان کے استقبال کو چلیں

فَاقْضُوْا مُنًا یَاکُمْ بِوَجْهِ حَبِیْبِکُمْ لَا تَغْفِلُوْا فَتَنَبَّهُوْا بِالْقُوَّةِ

اپنی آرزوؤں کو اپنے حبیب کا چہرہ دیکھ کر پورا کرو۔ غفلت مت کرو۔ ہمت کے ساتھ چوکس ہو جاؤ

یَامَنْ دَعَوْتَ النَّاسَ وَقْتَ هَلَاکِهِمْ دَعْوَی الْمُحِبِّ اِلٰی جِنَانِ النِّعْمَةِ

اے جس نے کہ لوگوں کی ہلاکت کے وقت پیار کرنے والوں کی طرح نعمت کے باغوں کی طرف دعوت کی ہے

اُعْطِیْتَ مِنْ رَبِّ السَّمَاءِ رِسَالَةً تُوِّجْتَ مِنْ مَّوْلَاکَ تَاجَ الْعِزَّةِ

تجھے آسمان کے رب کی طرف سے رسالت دی گئی ہے۔ اور تیرے مولیٰ نے تجھے عزت کا تاج پہنایا ہے

یَاحَبَّذَا اِحِبًّا کَرِیْمًا بِالْهُدٰی هَادٍ وَّ مُهْدٍ نَاطِقٌ بِالْحِکْمَةِ

اے بہت پیارے اور معزز دوست (تو) سیدھی رہ کی طرف ہدایت کرنے والا اور (حق و باطل میں) فرق کرنے والا اور حکمت کی باتیں سنانے والا ہے

اِنَّا نَرٰی فِیْ وَجْهِکَ الْمُتَهَلِّلِ نُوْرًا یُبَارِی الْبَدْرَ قَامِعَ ظُلْمَةِ

ہم تیرے چمکتے ہوئے چہرہ میں ایک ایسی روشنی دیکھتے ہیں جو کہ چاند کی روشنی سے مقابلہ کرتی اور ظلمت کو جڑ سے اکھیڑتی ہے

کلام الامام

# حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہ کے قیام سیالکوٹ میں حکمت الٰہی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... حضرت اقدس بانیؑ سلسلہ احمدیہ کے ابتدائی قیام سیالکوٹ میں حکمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''......خدا تعالیٰ جو آپ کو سیالکوٹ لے گیا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ کو گھر میں کھانے کو نہ ملتا تھا اور معاش کے لئے آپ کو کسی نوکری کی تلاش تھی۔ ...... اگر مرزا صاحب نے نوکری کی تو ضرور اس میں کوئی اور غرض ہوگی، آپ کے دل کی یا خدا تعالیٰ کی، اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں دونوں کی ایک ایک غرض تھی۔ حضرت مرزا صاحب کی ایک تحریر ملی ہے جو آپ نے والد صاحب کے نام لکھی تھی۔ آپ کے والد صاحب آپ کو دنیوی معاملات میں ہوشیار کرنے کے لئے مقدمات وغیرہ میں مصروف رکھنا چاہتے تھے اور آپ کی جو تحریر ملی ہے اس میں آپ نے اپنے والد صاحب کو لکھا ہے کہ دنیا اور اس کی دولت سب فانی چیزیں ہیں مجھے ان کاموں سے معذور رکھا جائے مگر انہوں نے جب آپ کا پیچھا نہ چھوڑا تو آپ سیالکوٹ چلے گئے کہ دن کو تھوڑا سا کام کر کے رات کو بے فکری کے ساتھ ذکرِ الٰہی کر سکیں۔ ...... اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیالکوٹ میں لا ڈالا جہاں آپ کو غیروں میں رہنا پڑا اور اس طرح خدا تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ ناواقف لوگوں میں سے وہ لوگ جن پر آپ یا آپ کے خاندان کا کوئی اثر نہ ہو آپ کی پاکیزہ زندگی کے لئے شاہد کھڑے کئے جائیں۔ پھر سیالکوٹ پنجاب میں عیسائیوں کا مرکز ہے وہاں آپ کو ان سے مقابلہ کا بھی موقع مل گیا۔ آپ عیسائیوں سے مباحثات کرتے رہتے تھے اور مسلمانوں نے آپ کی زندگی کو دیکھا۔ قادیان کے لوگوں کو آپ کے مزارع کہا جا سکتا تھا مگر سیالکوٹ کے لوگوں کی یہ حیثیت نہیں تھی۔ وہاں کے تمام بڑے بڑے مسلمان آپ کی علوِ شان کے معترف ہیں۔ مولوی میر حسن صاحب جو ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے استاد تھے اور جن کے متعلق ڈاکٹر صاحب ہمیشہ اظہارِ عقیدت کرتے رہے ہیں۔ ...... وہ ہمیشہ اس بات کے معترف تھے کہ مرزا صاحب کا پہلا کیریکٹر بے نظیر تھا اور آپ کے اخلاق بہت ہی اعلیٰ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیالکوٹ میں معمولی نوکری اس غرض سے کرائی تھی۔ اس زمانہ میں عیسائیوں کا رُعب بھی سرکاری افسروں سے کم نہ تھا اور اعلیٰ افسر تو الگ رہے، ادنیٰ ملازموں تک کی یہ حالت تھی کہ چٹھی رسان دیہات میں بڑی شان سے جاتے اور کہتے لاؤ مٹھائی کھلاؤ تمہارا خط لایا ہوں۔ تو اس وقت پادریوں کا بہت رُعب تھا لیکن جب سیالکوٹ کا انچارج مشنری ولایت جانے لگا تو وہ حضرت مرزا صاحب کے ملنے کے لئے خود کچہری آیا۔ ڈپٹی کمشنر اسے دیکھ کر اس کے استقبال کے لئے آیا اور دریافت کیا کہ آپ کس طرح تشریف لائے ہیں، کوئی کام ہو تو ارشاد فرمائیں مگر اس نے کہا میں صرف آپ کے اس منشی سے ملنے آیا ہوں۔ یہ ثبوت تھا اس امر کا کہ آپ کے مخالف بھی تسلیم کرتے تھے کہ یہ ایک ایسا جوہر ہے جو قابلِ قدر ہے۔''

(تقریر تحقیق حق کا صحیح طریق، مندرجہ انوار العلوم جلد ۱۳ صفحہ ۴۰۷-۴۰۸)

وَاللّٰہِ اِنَّکَ قَدْ بُعِثْتَ لِخَیْرِنَا بَطَلٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ جِئْتَ بِعَظْمَۃٖ

اللہ کی قسم تو تو ہماری بہتری کے لئے بھیجا گیا ہے تو تو ایک پہلوان ہے جو کہ رحمٰن کی طرف سے عظمت کے ساتھ ہے

یَاقَمَرَ اَرْضِ الْھِنْدِ نَوِّرْ اَرْضَنَا اَسْرِجْ سِرَاجَ قُلُوْبِنَا بِاَلْمِنَّۃٖ

اے ہند کی زمین کے چاند ہماری زمین کو روشن کر اور ہمارے دلوں کو اپنے احسان سے منور کر

یَاغَیْثَ مَاءِ الْوَحْیِ رِدْءَ کِتَابِہٖ اَمْطِرْ عَلٰی غَبْرَاءِ نَابِا لِرَّحْمَۃٖ

اے وحی کے پانی کی بارش اس کی کتاب کے مددگار ہماری زمین پر رحمت کا مینہہ برسا

اَنْجَیْتَنَا مِنْ شَرِّ قَوْمٍ ھَالِکٍ وَھَدَیْتَنَا قِبَلَ الْاِلٰہِ بِشَفْقَۃٖ

تو نے ہمیں خلاصی دی ایک ہلاک ہونے والی قوم کی شرارت سے اور شفقت سے ہمیں حقیقی معبود کی طرف رہنمائی کی

وَمُدَجَّجٍ کَرِہَ الْکُمَاۃِ بِنِزَالِہٖ لَمَّا دَعَوْتَ مُحَارِبًا بِالْقُدْرَۃٖ

بہت سے بڑے بڑے بہادر کہ زبردست بھی ان کے مقابلہ کو ناپسند کریں گے جبکہ تو نے زور کے ساتھ لڑنے کے لئے اُسے بلایا

تَرَکَ الْقِتَالَ وَ فَرَّمِثْلَ نَعَامَۃٍ وَضَعَ السِّلَاحَ ھُنَاکَ خَوْفَ الْمِحْنَۃٖ

چھوڑ دیا اس نے لڑائی کو اور شترمرغ کی طرح بھاگا۔ اور محنت کے خوف سے اپنے ہتھیار وہیں پھینک دیئے

اَنْتَ الْمُظَفَّرُ وَ الْکَمِیُّ بِاَرْضِنَا مِنْ بَیْنِ اَبْطَالٍ تَفِیْءُ بِنَھْبَۃٖ

تو ہی بہادر اور تو ہی کامیاب ہماری سرزمین میں ہے۔ تو ہی بڑے پہلوانوں کے درمیان سے مال لے کر واپس آتا ہے

(الحکم ۱۷-۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۳-۷)

جس کی صدیاں تھیں متلاشی گلی گلی کا وہ منظر تھا

# حضرت مسیح موعودؑ کے سفر و لیکچر سیالکوٹ کے بارہ میں واقعات و تاثرات

## حضرت اقدسؑ کے رفقاء کی روایات سے

مرتبہ: غلام مصباح بلوچ صاحب۔نوکوٹ سندھ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے سیالکوٹ آنے پر لوگوں کا ایک جم غفیر حضور کی زیارت کے لئے امڈ آیا۔ قادیان سے روانہ ہونے کے بعد ہر سٹیشن پر ایک کثیر تعداد مشتاقانِ زیارت کی موجود تھی اور بٹالہ سے چل کر سیالکوٹ تک کا نظارہ قابل دید تھا۔ سیالکوٹ میں تو جہاں تک نگاہ جاتی تھی ہر طرف آدمی ہی آدمی دکھائی دیتے تھے۔حضورؑ کے سیالکوٹ میں رونق افروز ہونے اور لوگوں کا آپ کی طرف پروانوں کی طرح کھنچے چلے آنے کا نظارہ ایسا حسین اور ایمان افروز تھا کہ ہمارا تصور بھی اس تصویر کو صحیح طرح نہیں کھینچ سکتا لیکن رفقاء کرام کی رُوح پرور روایات سے اس بات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے امام کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نواز کر حضور کی صداقت کی گواہی دی۔

○ **حضرت مولا بخش احمدی بھٹی ساکن چونڈہ تحصیل ظفروال ضلع سیالکوٹ:** ''......حضور جو مجسم کرم اور رحمت ہیں بتاریخ ۲۷ ماہ اکتوبر ۱۹۰۴ء اپنے عیال اور (احباب) کو ہمراہ لے کر بذریعہ ریل لاہور کی راہ سے سیالکوٹ تشریف لائے۔راستے میں تمام اسٹیشنوں پر مقامی جماعتوں کے لوگ بڑے شوق سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتے رہے اور شام کے ساڑھے چھ بجے سیالکوٹ کے ریلوے سٹیشن پر پہنچے مخالف مولوی پہلے سے مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے وعظ پر برانگیختہ ہو کر عام لوگوں کو ورغلانے میں مصروف تھے اور وعظوں میں کہتے تھے کہ جو شخص مرزا صاحب کو دیکھنے بھی جائے گا اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا اور وہ مرتد ہو جائے گا مگر خدا کب اُن کی ایسی مخالفتوں کی کچھ پیش جانے دیتا ہے۔لوگوں میں خود بخود ایسی تحریک تھی اور دیکھنے کے لئے اتنا شوق تھا کہ پہلے سے ہزاروں آدمی اسٹیشن اور پلیٹ فارم اور سڑک اور بازاروں میں جمع ہو گئے اور حضور کی تشریف آوری پر ایک عظیم الشان میلہ لگ گیا اور ہفتہ بھر سیالکوٹ میں دین کا وہ جوش اور شوکت رہی کہ آج تک اُس کی نظیر نظر نہیں آئی۔

**جماعت سیالکوٹ** نے مہمان نوازی کے لئے جو اہتمام اور انتظام کیا وہ ہر نوع سے قابل تحسین اور آفرین ہے فی الواقعہ سیالکوٹ کی جماعت کے لئے یہ بڑا مبارک موقعہ ہے کہ ان میں بیٹھ کر خدا کے مسیح نے یہ لیکچر لکھا اور پڑھایا۔اے اُس شہر کے رہنے والو جس کو خدا کا مامور اپنے **مولد** کے برابر پیارا سمجھتا ہے تم کو مبارک ہو کہ خدا کا مسیح تم میں آیا اور اس عظیم

الشان جلسہ کی عزت تمہیں حاصل ہوئی اَے زمین تیرے لئے مبارک ہو اور خوش ہو اور شادمانی کے گیت گا کہ تجھ میں مہدی آیا۔

**اے خدا کے مسیح**، ہے کرشن رودر گوپال تیری جگ میں مہما ہو تیرے قدموں کی برکت سے لوگ ہدایت کا نور پائیں اور ضلالت کے گڑھے سے نکلیں۔ آمین

(خاکسار مولا بخش بھٹی ساکن چونڈہ تحصیل ظفروال ضلع سیالکوٹ حال نائب محافظ دفتر سیالکوٹ)
(لیکچر سیالکوٹ ٹائیٹل (اندرون) صفحہ ۲)

○ **حضرت محمد قاسم احمدی ولد عطر دین سکنہ امرتسر (بیعت ۱۹۰۴ء)**: اکتوبر ۱۹۰۴ء کو حضور سیالکوٹ تشریف لے جانے کے لئے امرتسر سٹیشن پر پہنچے تو بندہ بغرض زیارت آیا لوگ کھڑے حضور کی زیارت کر رہے تھے بندہ بھی زیارت کر کے کھڑا رہا۔ اسی اثناء میں ایک ہندو عورت آئی اور کہا کہ یہاں کیا ہے لوگوں نے کہا کہ اوتار آئے ہوئے ہیں اس نے کہا کہ مجھے درشن کرادو لوگوں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا حضور نے اجازت دے دی اس عورت نے ہاتھ جوڑ کر...... سر جھکایا مجھے کسی نے کہا کہ تم بھی بیعت کر لو چنانچہ میں نے اسی وقت بیعت کر لی حضور نے دعا فرمائی۔''

(رجسٹر روایات رفقاء نمبر ۵ صفحہ ۴۴)

○ **حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی (بیعت ۱۸۹۲ء۔ وفات ۱۱/اپریل ۱۹۴۶ء)**: حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔اے فرماتے ہیں: ''منشی عبدالعزیز اوجلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ تشریف لے جارہے تھے تو راستہ میں خاکسار کو ملنے کا موقعہ نہ ملا کیونکہ خاکسار گورداسپور سے جارہا تھا اور حضور قادیان سے روانہ ہو کر بٹالہ سے گاڑی پر سوار ہوئے تھے میں نے لاہور پہنچ کر مولوی محمد علی صاحب سے ذکر کیا کہ مجھے بٹالہ سے لاہور تک حضرت کو بوجہ ہجوم خلقت کے ملنے کا موقعہ نصیب نہیں ہوا لیکن سیالکوٹ سے دو سٹیشن ورے مجھے ہجوم کم نظر آیا چنانچہ میں اپنے کمرے سے بھاگتا ہوا حضرت کے کمرہ کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا میاں عبدالعزیز آپ بھی پہنچ گئے۔ سیالکوٹ پہنچ کر حضور نے میر حامد شاہ صاحب مرحوم کے مکان پر قیام فرمایا۔ اور منتظمین کو بلا کر فرمایا کہ منشی اروڑا خان صاحب اور میاں عبدالعزیز کو رہائش کے لئے ایک الگ جگہ دو اور ان کا اچھی طرح سے خیال رکھنا کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ادنیٰ سے ادنیٰ خدام کا بھی کتنا خیال رکھتے تھے۔''

(سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۸۸)

○ **حضرت میرزا احسن بیگ صاحب ریاست کوٹہ (راجپوتانہ)**: ایک دفعہ جبکہ حضور علیہ السلام سیالکوٹ

تشریف لے جارہے تھے۔سیکنڈ کلاس کے دوکمپارٹمنٹ ریزروتھے۔لاہور کے سٹیشن سے میں بھی ساتھ ہولیا۔سٹیشن پرخلقت کا اژدھام تھا۔پلیٹ فارم پرلوگ اندر آنے کی کوشش کررہے تھے۔پولیس روک رہی تھی۔میں گاڑی کے دُوسرے کمرے میں تھا۔جہاں میرے پاس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... بیٹھے ہوئے تھے۔اتنے میں ایک انسپکٹر پولیس نے ایک چابک شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کے پیٹ پر بے تحاشا مارا جو کہ بے تابانہ حضور علیہ السلام کے پاس اندر زیارت کے لئے آنا چاہتے تھے۔مجھ کو بڑا رنج ہوا میں نے اس یوروپین انسپکٹر کو جس کا نام بی ٹی تھا بہت بُرا بھلا کہا کیونکہ میرا اس سے دوستانہ تھا اور لاہور میں اس کی کوٹھی ہماری کوٹھی کے نزدیک تھی۔راستہ میں تقریباً تمام سٹیشنوں پر خلقت کا ہجوم ہوتا تھا جو کہ حضور علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہتا تھا۔جب گاڑی سیالکوٹ پہنچی تو سُورج ڈوب چکا تھا سٹیشن پر خلقت کا وہ اژدھام تھا کہ دور تک سر ہی سر دکھلائی دیتے تھے۔اس وقت گیس کی روشنی میں یہ نظارہ بہت بھلا معلوم ہوا۔سب سے پہلے ایک فٹن نما گاڑی (جس میں سامنے کی سیٹ چھوٹی ہوتی تھی اور شائد اس کو وکٹوریہ کہتے ہیں) میں (۱) حضور علیہ السلام (۲) حضرت خلیفہ اوّل ...... (۳) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... اور (۴) مَیں سوار ہوئے۔میری داڑھی منڈھی ہوئی تھی۔اور چوخانہ زرد دریائی کا کوٹ پہنا ہوا تھا۔سب کے خلاف میں ہی ایک ایسا وجود تھا جس پر سب کی نظر اٹھتی۔خود میں شرم کے مارے پانی پانی ہوا جاتا تھا۔لیکن حضور علیہ السلام نے کبھی خیال تک بھی نہ فرمایا۔اور نہ ہی زبان مبارک سے کچھ فرمایا۔حضور انور کا خیال ہوگا کہ حضور کو دیکھ کر خود ہی میری اصلاح ہو جائے گی۔تمام راستہ جہاں سے گاڑی گزری انسانوں سے اٹا ہوا تھا اور چھتیں، دروازے، کھڑکیاں سب مردوں، عورتوں، بچوں سے بھری ہوئی تھیں۔وہ نظارہ مجھے کبھی نہ بھولے گا۔ (الفضل ۱۹ردسمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۳)

## ○ حضرت بابو فضل الدین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ لاہور ہائی کورٹ (پیدائشی احمدی ۱۸۹۷ء):

''جب حضور ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف لائے تو ...... ہمارا گھر چونکہ قریب ہی تھا اس لئے حضور ہمیں حکیم صاحب کے مکان پر چلتے پھرتے نظر آتے تھے وہ لیکچر جو حضور نے سیالکوٹ میں دیا تھا وہ بھی حضور نے اسی مکان پر چلتے چلتے لکھا تھا ہم نے دیکھا کہ بعض اوقات حضور لکھتے لکھتے سجدہ میں بھی جا پڑتے تھے مگر اٹھ کر پھر لکھنا شروع کر دیتے تھے۔''

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۲۱۳ از مولانا شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل)

## ○ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی (بیعت ۱۸۹۷ء۔وفات ۱۶ردسمبر ۱۹۶۳ء):

''حضرت اقدس جب ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ میں تشریف لائے اور حضور نے وہاں ایک مضمون لیکچر دینے کے لئے تحریر فرمایا اور لیکچر سے پہلے وہ طبع بھی کرا دیا گیا اس کا نام ''......'' حضور نے تجویز فرمایا جہاں وہ طبع ہو رہا تھا میں اور میاں معراج الدین صاحب لاہوری اس مطبع میں گئے اور مطبع والے نے کہا کہ یہ جو ٹائیٹل پیج ہے۔''......'' نام کے ساتھ کچھ اور الفاظ بھی ...... تحریر ہو جاتے تو اچھا تھا کیونکہ جگہ ذاتی ہے۔اس وقت ہم دونوں نے جواب میں یہی کہا کہ اس جگہ اگر کچھ لکھا جائے تو حضرت مسیح موعود کے کلمات

طیبہ سے ہی کچھ تحریر ہونا چاہئے - اس نے کہا پھر انہی کے کلمات سے کچھ لکھا دیجئے تو اس پر چند شعر لکھے ہوئے ہیں جو ازالہ اوہام کے قصیدہ الہامیہ کے ہیں وہ میاں معراج الدین صاحب اور میری تجویز سے لکھے گئے تھے -'' (رجسٹر روایات رفقاء نمبر ۱۰ صفحہ ۹۸)

''حضرت اقدس جب ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف لے گئے تو میں بھی بعض احباب کے ساتھ وہاں پہنچا - حضرت اقدس اس وقت میر حسام الدین صاحب کی چھوٹی (البیت) کے ملحقہ مکان میں فروکش تھے اور ہجوم کی وجہ سے (البیت) کا دروازہ بند کیا ہوا تھا - حضرت مسیح موعودؑ مکان کے اندر تھے اور لوگوں کو کہا گیا کہ حضرت اقدس مکان سے چھت پر تشریف لانے والے ہیں چنانچہ جگہ تھوڑی ہے اس لئے لوگ نیچے سے زیارت کرلیں جگہ کی تنگی کی وجہ سے - حضرت مسیح موعودؑ ابھی تشریف نہیں لائے تھے جو کوچے کے ساتھ کا کمرہ ہے اس کی چھت پر انتظام تھا اس چھت پر ابھی کوئی چار پانچ آدمی ہی کھڑے انتظار کر رہے تھے مگر کوچے میں لوگ بہت کھڑے تھے - میں، چوہدری عبداللہ خان بہلول پوری دونوں جامع (البیت) احمدیہ والے کوچے سے ہو کر اس چھوٹی (البیت) کی طرف زیارت کی خاطر آئے، ہمیں پتا لگا کہ دروازہ بند کیا گیا ہے اور اوپر بھی صرف چار پانچ آدمی ہیں ہم نے اس خیال سے کہ اس چھت پر گنجائش ہے اوپر چڑھنے کی کوشش کی کہ سعادت اور برکت سے زیادہ مستفیض ہونے کا موقع ملے گا میرا وجود ہلکا اور پھرتیلا تھا اور جذبہ محبت بھی تھا میں نے چوہدری صاحب کو کہا کہ اس وقت تو کچھ عشق ہی کام کرے گا چوہدری صاحب نے کہا کس طرح؟ میں نے کہا دیکھو تو سہی - میرے پاس ایک سرخی مائل لوئی تھی وہ ہلکی پھلکی سی تھی میں نے ان کو کہا یہ پکڑو میں پیچھے ہٹ کر دوڑ کر اس قدر اچھلا کہ چھت کی منڈیر کو پکڑ لیا اور اوپر چڑھ گیا وہ حیران رہ گئے انہوں نے اوپر لوئی پھینکی میں نے جہاں حضرت صاحب کے بیٹھنے کا امکان تھا، بچھا دی - اتنے میں حضرت صاحب تشریف لائے اور اس کے اوپر کھڑے ہو گئے حضور نے وہاں آ کر نصیحت کے طور پر کچھ باتیں فرمائیں اور کچھ ذکر سنایا اور اس کے بعد پھر تشریف لے گئے ...... مجھے مصافحہ کا بھی موقع مل گیا اس لوئی کو تبرک کے طور پر بڑی محبت سے گھر لے جا کر محفوظ کر لیا اور بہ نگاہِ محبت و عظمت ہمیشہ دیکھتا رہا -'' (رجسٹر روایات رفقاء نمبر ۱۰ صفحہ ۹۷)

''لیکچر کا انتظام ایک سرائے میں کیا گیا تھا وہ اس قدر کشادہ تھی کہ اس میں ہزارہا انسان سما سکتے تھے - حضرت مسیح موعود کا یہی خیال تھا کہ اس مضمون کو مولوی عبدالکریم صاحب پڑھ کر سنائیں گے لیکن ان کی طبیعت ناساز ہو گئی مگر جب لیکچر کا وقت آیا تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بھی تشریف لے گئے حضور کی دعا سے انہیں کچھ افاقہ ہو گیا - حضرت اقدس نے فرمایا ہم دعا کریں گے آپ لیکچر سنانا شروع کریں چنانچہ مولوی صاحب نے جب مضمون سنایا تو باوجودیکہ وہ مضمون اچھا مبسوط ہے مولوی صاحب موصوف نے نہایت خوبی سے اُسے سنایا -'' (رجسٹر روایات رفقاء نمبر ۱۰ صفحہ ۹۸)

## ○ حضرت چوہدری غلام محمد صاحب سکنہ پوہلہ مہاراں سیالکوٹ (بیعت ۱۹۰۴ء : وفات ۳۱ ر دسمبر ۱۹۶۰ء):

''۲۷ ر اکتوبر ۱۹۰۴ء کو حضرت مسیح موعودؑ شہر سیالکوٹ تشریف لائے اور مہاراجہ جموں والی سرائے میں لیکچر دیا ...... اسی روز کا واقعہ ہے عصر کے بعد سید حامد علی شاہ صاحب مرحوم کے مکان پر جہاں حضرت مسیح موعودؑ قیام فرما تھے ...... حضرت مسیح موعودؑ

نے کھڑے ہوکر مختصر تقریر فرمائی ساری تقریر تو یاد نہیں اُس میں ایک مثال یہ تھی کہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ سامنے دیوار پر جودھوپ نظر آ رہی ہے اس کی اور ہماری مثال ایک سی ہے یعنی دھوپ سورج نہیں کہلا سکتی مگر یہ سورج سے جدا بھی نہیں ہے ایسا ہی حضرت محمدؐ اور ہمارا تعلق ہے۔ (رجسٹر روایات رفقاء نمبر ۳ صفحہ ۱۷۲)

**○ حضرت ابو محمد عبداللہ ولد چودھری عطر دین باجوہ ساکن موضع کھیوہ باجوہ ضلع سیالکوٹ (بیعت ۱۸۹۷ء):**

''سیالکوٹ جب لیکچر کے لئے حضور تشریف لائے جس صبح کو لیکچر ہونا تھا اس رات مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت صاحب نے اس لیکچر میں کوئی ایسی بات بتانی ہے جو پہلے ہم لوگوں کو یاد نہیں اور ''ام'' کے لفظ سے استدلال ہوتا ہے۔ وہ خواب میں نے ایک دوست کو صبح سنا دی راجہ کی سرائے میں لیکچر پڑھا گیا مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا اس لیکچر میں حضرت صاحب نے دعویٰ کیا کہ میں کرشن ہوں یہ نئی بات تھی جو پہلے ہم کو نہیں معلوم تھی اس لیکچر میں حضور نے یہ بھی بیان کیا کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ قیامت کا وقت کسی کو معلوم نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو کہا جاتا ہے کہ ماں اپنے بچہ کو نو ماہ کے بعد جنتی ہے اور وقت کسی کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کس وقت جنے گی ایسا ہی دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے اور قیامت کی گھڑی کو کوئی نہیں جانتا۔

جب سیالکوٹ سے واپس تشریف لے گئے میں بھی اس گاڑی پر سوار ہو گیا وزیر آباد گاڑی کھڑی ہوئی رستہ میں ہر جگہ جہاں گاڑی کھڑی ہوتی تھی میں جا کر مصافحہ کرتا تھا۔ وزیر آباد کے سٹیشن پر ایک پادری آ گیا اس نے مسیح کے متعلق کوئی گفتگو کی، فرمایا کہ مسیح دو ہیں پہلے وہ مسیح تھا ابن مریم اب اس وقت میں مسیح ہوں، مسیح ایک نہیں دو ہیں وہ بھی مسیح تھا میں بھی مسیح ہوں۔'' (رجسٹر روایات رفقاء نمبر ۱۰ صفحہ ۲۲۸-۲۲۹)

**○ حضرت منشی عبداللہ صاحب احمدی محلّہ اسلام آباد شہر سیالکوٹ (بیعت ۴ر نومبر ۱۹۰۴ء):** ''جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں اپنے دعویٰ کرنے کے بعد ۴ر نومبر ۱۹۰۴ء کو واپس قادیان تشریف لے گئے تو حضور نے ان لوگوں کے نام طلب فرمائے جنہوں نے سیالکوٹ کے احمدیوں کو تکالیف دی تھیں جب نام تحریر کئے گئے تو اس کے چند دن بعد سیالکوٹ میں بہت غلیظ طاعون پھوٹ پڑی تو خدا تعالیٰ قادر وقہار نے چن چن کر ان لوگوں کے خاندانوں کو تباہ کر دیا۔'' (رجسٹر روایات رفقاء نمبر ۳ صفحہ ۱۵۴)

**نصاب سہ ماہی چہارم ۲۰۰۴ء اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء:** (۱) قرآن کریم پارہ ۳۰ مکمل (۲) کتاب ''لیکچر سیالکوٹ'' از حضرت مسیح موعودؑ (۳) کتاب ''نظامِ نو'' از حضرت مصلح موعود نصف آخر صفحہ ۷۱ تا ۱۳۸ (قیادت تعلیم)

# سیالکوٹ

بسائے دل میں محبت مسیح پاک تری
بلند بخت ترا، خوش نصیب خاک تری

خوشا وہ دن تری گلیاں تھیں آشنا اس سے
"فَقَدْ لَبِثْتُ" کے شاہد تھے سقف و بام ترے

میسّر اس کو تری انجمن میں خلوت تھی
وہ شاد و شیریں زمانہ تری سعادت تھی

وہ راستے جو ہوئے اس کے نقشِ پا کے امیں
مری نظر میں ہیں وہ خاتمِ زمین کے نگیں

یہ بات اس نے بھری بزم میں کہی تھی کبھی
کہ اس کو تجھ سے محبت تھی قادیان جیسی

دل نثار کروں تجھ پہ جاں نثار کروں
تو اس کا شہر ہے میں کیوں نہ تجھ سے پیار کروں

عبدالمنان ناہیدؔ

# لیکچر سیالکوٹ میں علم و معرفت کے اہم نکات

از: مبشر احمد خالد صاحب

○

**آریوں کے عقائد:** ''یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ روحوں اور ذرّات عالم کو جن کو پرکرتی یا پرمانو بھی کہتے ہیں۔ غیر مخلوق اور انادی سمجھا جائے۔ غیر مخلوق بجز اس پرمیشر کے کوئی بھی نہیں۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۲۹)

''تناسخ ہمیشہ کے لئے گلے کا ہار قرار دیا گیا ہے۔ جس سے کبھی نجات نہیں یہ بخل اور تنگ دلی خدائے رحیم و کریم کی طرف منسوب کرنا عقلِ سلیم تجویز نہیں کر سکتی'' (ایضاً صفحہ ۲۳۰)

''اس عقیدہ کی شاخ جو تناسخ ہے وہ بھی خدا کے رحم اور فضل پر سخت دھبہ لگاتی ہے۔'' (ایضاً صفحہ ۲۳۱)

''ہر ایک شخص جس کو مکتی خانہ میں داخل کیا ایک گناہ اس کے ذمہ رکھ لیا۔ اُسی گناہ کی سزا میں آخر کار ہر ایک رُوح مکتی خانہ سے نکالی جاتی ہے'' (ایضاً صفحہ ۲۳۱)

''آریہ صاحبوں نے اپنے مذہب کا اچھا نمونہ پیش نہیں کیا۔ پرمیشر کو ایسا کمزور اور کینہ ور ٹھہرایا کہ وہ کروڑ ہا ارب سزا دے کر پھر بھی دائمی مکتی نہیں دیتا۔ اور غصہ اُس کا کبھی فرو نہیں ہوتا۔'' (ایضاً صفحہ ۲۳۳)

''یہ قانون بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ سزا تو دی جائے مگر سزا یافتہ شخص کو جرم پر اطلاع نہ دی جائے۔'' (ایضاً صفحہ ۲۳۲)

''نیوگ کا مسئلہ جو آج کل آریہ صاحبوں میں رائج ہے...... انسانی سرشت ہرگز قبول نہ کرے گی کہ ایک شخص اپنی عزت دار عورت کو جس پر اُس کے تمام ننگ و ناموس کا مدار ہے۔ باوجود اپنے جائز خاوند ہونے کے اور باوجود اس علاقہ کے قائم ہونے کے جو زن و شوہر میں ہوتا ہے پھر اپنی پاکدامن بیوی کو اولاد کی خواہش سے دوسروں سے ہم بستر کرا دے۔'' (ایضاً صفحہ ۲۳۲)

○

**اجتہاد:** ''...... میری پیشگوئیوں میں بعض اجتہادی دخل بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیبیہ کے سفر میں بھی اجتہادی دخل تھا تب ہی تو آپ نے سفر کیا مگر وہ اجتہاد صحیح نہ نکلا۔ نبی کی شان اور جلالت اور عزت میں اس سے کچھ فرق نہیں آتا کہ کبھی اس کے اجتہاد میں غلطی بھی ہو۔...... اگر مجمل وحی میں اجتہاد کے رنگ میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو بیّنات محکمات کو اس سے کچھ صدمہ نہیں پہنچتا۔ پس میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ کبھی میری وحی بھی خبر واحد کی طرح ہو اور مجمل ہو اور اس کے سمجھنے میں اجتہادی رنگ کی غلطی ہو۔......'' (ایضاً صفحہ ۲۴۵)

○

**اُقنوم:** ''تین مستقل اور کامل اقنوم قرار دینا جو سب جلال اور قوت میں برابر ہیں۔ اور پھران تینوں کی ترکیب سے ایک کامل خدا بنانا یہ ایک ایسی منطق ہے جو دنیا میں مسیحیوں کے ساتھ ہی خاص ہے۔'' (ایضاً صفحہ ۲۳۶۔۲۳۷)

○

**الہام:** ''......ایک کیڑے میں روشنی ہوتی ہے جو رات کو چمکتا ہے اور آفتاب میں بھی روشنی ہے مگر کیڑا نہیں کہہ سکتا کہ میں آفتاب کے برابر ہوں اور خدا نے جو عام لوگوں کے نفوس میں رؤیا اور کشف اور الہام کی کچھ کچھ تخم ریزی کی ہے وہ محض اس لئے ہے کہ وہ لوگ اپنے ذاتی تجربہ سے انبیاء علیہم السلام کو شناخت کر سکیں اور اس راہ سے بھی اُن پر حجّت پوری ہو اور کوئی عذر باقی نہ رہے۔

اور پھر ایک خصوصیت خدا کے برگزیدہ بندوں میں یہ ہے کہ وہ اہل تاثر اور اہل جذب ہوتے ہیں اور وہ دنیا میں رُوحانی نسلوں کے قائم کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور چونکہ وہ علیٰ وجہ البصیرت رہنمائی کرتے ہیں اور مخلوق کے ظلماتی پردوں کو درمیان سے اٹھاتے ہیں اس لئے سچی معرفت الٰہی اور سچی محبت الٰہی اور سچا زہد و تقویٰ اور ذوق اور حلاوت انہیں کے ذریعہ سے دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور اُن سے تعلق توڑنا ایسا ہوتا ہے کہ جیسا کہ ایک شاخ اپنے درخت سے تعلق توڑ دے۔''

(ایضاً صفحہ ۲۲۶۔۲۲۷)

○

**روحانی باپ:** ''جس طرح جسمانی سلسلہ میں جسمانی باپ ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے انسان پیدا ہوتا ہے ایسا ہی روحانی سلسلہ میں روحانی باپ بھی ہیں جن سے روحانی پیدائش ہوتی ہے۔'' (ایضاً صفحہ ۲۲۷)

○

**پاکیزگی:** ''حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے جب انسان گندی زندگی سے توبہ کر کے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو۔'' (ایضاً صفحہ ۲۳۴)

○

**وعید کی پیشگوئیاں:** ''وعید کی پیشگوئیوں میں خدا پر فرض نہیں ہے کہ ان کو ظہور میں لاوے۔ یونس کی پیشگوئی اس پر شاہد ہے۔'' (ایضاً صفحہ ۲۴۵)

''اس پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے کہ خدا کے ارادے جو وعید کے رنگ میں ہوں صدقہ اور دعا سے ٹل سکتے ہیں پس

اگر وعید کی پیشگوئی ٹل نہیں سکتی تو صدقہ اور دعا لاحاصل ہے۔'' (ایضاً صفحہ ۲۴۵-۲۴۶)

○

**تجدید:** ''خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ آخری زمانہ میں جو ہدایت اور ضلالت کا آخری جنگ ہے خدا نے چودھویں صدی اور الف آخر کے سر پر مسلمانوں کو غفلت میں پا کر پھر اپنے عہد کو یاد کیا۔ اور دین اسلام کی تجدید فرمائی۔ مگر دوسرے دینوں کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ تجدید کبھی نصیب نہیں ہوئی اس لئے وہ سب مذہب مر گئے اُن میں روحانیت باقی نہ رہی۔'' (ایضاً صفحہ ۲۰۳-۲۰۴)

○

**رفع مومنوں کا ہوتا ہے:** ''رفع تمام انبیاء اور رُسل اور مومنوں میں عام ہے اور مرنے کے بعد ہر ایک مومن کا رفع ہوتا ہے..... لیکن کافر کا رفع نہیں ہوتا۔ چنانچہ آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ (سورہ الاعراف آیت ۴۱) اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔'' (ایضاً صفحہ ۲۱۷)

○

**کافوری اور زنجبیلی شربت:** ''.....کوئی مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ دو شربت نہ پی لے۔ پہلا شربت گناہ کی محبت ٹھنڈی ہونے کا جس کا نام قرآن شریف نے شربت کافوری رکھا ہے اور دوسرا شربت خدا کی محبت دل میں بھرنے کا جس کا نام قرآن شریف نے شربت زنجبیلی رکھا ہے۔'' (ایضاً صفحہ ۲۳۵)

○

**صداقت کا معیار:** ''ہر ایک نبی کی سچائی تین طریقوں سے پہچانی جاتی ہے۔

اوّل عقل سے یعنی..... جس وقت وہ نبی یا رسول آیا ہے عقل سلیم گواہی دیتی ہے یا نہیں کہ اس وقت اُس کے آنے کی ضرورت بھی تھی یا نہیں۔ کہ ایسے وقت میں کوئی مصلح پیدا ہو۔

دوسرے پہلے نبیوں کی پیشگوئی..... کہ پہلے کسی نبی نے اُس کے حق میں..... پیشگوئی کی ہے یا نہیں۔

تیسرے نصرت الٰہی اور تائید آسمانی یعنی دیکھنا چاہئے کہ اس کے شامل حال کوئی تائید آسمانی بھی ہے یا نہیں؟

یہ تین علامتیں سچے مامور من اللہ کی شناخت کے لئے قدیم سے مقرر ہیں۔'' (ایضاً صفحہ ۲۴۱)

عربی منظوم کلام

وَ قَدْ قَادَنِیْ رَبِّیْ اِلَی الرُّشْدِ وَالْھُدیٰ وَ وَقَّرَنِیْ مِنْ عِنْدِہٖ فَاُوَقَّرُ

اور مجھے راہنمائی کر کے میرے رب نے رُشد و ہدایت تک پہنچا دیا ہے- اور اس نے مجھے اپنی جناب سے اعزاز بخشا ہے سو میں عزت پا رہا ہوں

وَلَا زَالَ مَمْدُوْدًا عَلَیَّ ظِلَالُہٗ وَنَعْمَاءُہٗ کَثُرَتْ عَلَیَّ وَتَکْثُرُ

مجھ پر اس کا سایہ ہمیشہ چھایا رہا ہے اور اس کی نعمت مجھ پر بکثرت ہو رہی ہے اور بڑھ رہی ہے

اَکَانَ لَکُمْ عَجَبًا بِبَعْثِ مُجَدِّدٍ ھَلُمَّ انْظُرُوْا فِتَنَ الزَّمَانِ وَ فَکِّرُوْا

کیا ایک مجدّد کی بعثت سے تمہیں تعجب ہو رہا ہے ؟ آؤ زمانہ کے فتنے دیکھو اور سوچو

اَتَحْسَبُ اَنَّ اللّٰہَ یُخْلِفُ وَعْدَہٗ اَتَنْسَی الْمَوَاعِیْدَ الَّتِیْ ھِیَ اَظْھَرُ

کیا تو خیال کرتا ہے کہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف کرے گا؟ کیا تو ان عذاب کی خبروں کو بھول رہا ہے جو کہ بہت ہی واضح ہیں

وَیَاْتِیْکَ وَعْدُ اللّٰہِ مِنْ حَیْثُ لَا تَرٰی فَتَعْرِفُہٗ عَیْنٌ تَحِدُّ وَتُبْصِرُ

اور تیرے پاس اللہ کا وعدہ آ جائے گا اس طرف سے جسے تو نہیں جانتا- سو اس کو تیز نگاہ پہچان لے گی اور دیکھ لے گی

وَقَدْ عَلِمَ الْاَعْدَآءُ اَنِّیْ مُؤَیَّدٌ وَلٰکِنَّھُمْ مِنْ حِقْدِھِمْ قَدْ اَنْکَرُوْا

اور دشمنوں نے جان لیا ہے کہ میں تائید یافتہ ہوں لیکن انہوں نے اپنے کینے کی وجہ سے انکار کر دیا ہے

اَلَا اَیُّھَا الْاِخْوَانُ بَشُّوْا وَاَبْشِرُوْا ھَنِیًّا لَّکُمْ عِیْدٌ جَدِیْدٌ اَکْبَرُ

اے بھائیو! خوش ہو جاؤ اور خوشی مناؤ- مبارک ہو تمہارے لئے بہت بڑی نئی عید ہے

وَفِیْ یَدِ رَبِّیْ کُلُّ عِزٍّ وَّسُوْدَدٍ وَعَزِیْزُہٗ مِنْ کَیْدِکُمْ لَا یُحَقَّرُ

اور میرے رب کے ہاتھ میں ہی ہر عزت اور سرداری ہے اور جو اس کا پیارا ہے وہ تمہاری تدبیروں سے حقیر نہیں ہو سکتا

(حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۳۳۳)

○

**ضلالت کا دور:** ’’ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے۔ اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سرتک ختم ہوتا ہے۔ اس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج رکھا ہے۔ اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔......‘‘ (ایضاً صفحہ ۲۰۸)

○

**عیسائیوں کا تورات کے خلاف عمل:** ’’نہایت حیرت کا مقام ہے کہ جن لوگوں کو تورات کی پابندی کی سخت تاکید تھی انہوں نے یکلخت تورات کے احکام کو چھوڑ دیا۔ مثلاً انجیل میں کہیں حکم نہیں کہ تورات میں تو سؤر حرام ہے اور میں تم پر حلال کرتا ہوں اور تورات میں تو ختنہ کی تاکید ہے اور میں ختنہ کا حکم منسوخ کرتا ہوں پھر کب جائز تھا کہ جو باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نہیں نکلیں وہ مذہب کے اندر داخل کر دی جائیں۔‘‘ (صفحہ ۲۰۴-۲۰۵)

○

**معرفت الٰہی خدا کے فضل سے:** ’’معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ اور نہ مفید ہو سکتی ہے جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ اور فضل کے ذریعہ سے معرفت آتی ہے۔‘‘ (صفحہ ۲۲۲)

○

**دآبۃ الارض:** ’’طاعون بھی ایک کیڑا ہے اگرچہ پہلے طبیبوں نے اس کیڑے پر اطلاع نہیں پائی لیکن خدا جو عالم الغیب ہے وہ جانتا تھا کہ طاعون کی جڑھ اصل میں کیڑا ہی ہے۔ جو زمین سے نکلتا ہے اس لئے اس کا نام دآبۃ الارض رکھا یعنی زمین کا کیڑا‘‘ (ایضاً صفحہ ۲۴۰)

○

**دعا کی فضیلت:** ’’یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے...... وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔

مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں۔ کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں

سُست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے...... مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔" (ایضاً صفحہ ۲۲۲)

"دعا کرنے والے کو خدا معجزہ دکھائے گا اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔......

"......غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مُشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے۔ اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۲۲۳)

"......دعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مُردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر اسیر رہائی پا سکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر گندے پاک ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ مگر دعا کرنا اور مرنا قریب قریب ہے......" (ایضاً صفحہ ۲۳۴)

○

**کرشن ثانی ہونے کا دعویٰ:** "مَیں ان گناہوں کے دور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہوگئی ہے جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا یا یوں کہنا چاہیے کہ روحانی حقیقت کی رُو سے میں وہی ہوں۔" (ایضاً صفحہ ۲۲۸)

"مجھے......اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ ہے کرشن رودّر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔"

"......روحانیت کے رو سے کرشن اور مسیح موعود ایک ہی ہیں۔" (ایضاً صفحہ ۲۲۹)

○

**مادہ اور روح:** "وہ خدا جو اپنی صفات کے استعمال میں کسی مادہ کا محتاج نہیں اب آریہ صاحبوں کی نظر میں وہ پیدائش مخلوقات میں ضرور مادہ کا محتاج ہے۔ اس فاسد عقیدہ سے اُن کو ایک دوسرا فاسد عقیدہ بھی جو شرک سے بھرا ہوا ہے قبول کرنا پڑا۔ یعنی یہ کہ تمام ذراتِ عالم اور تمام ارواح قدیم اور انادی ہیں۔ مگر افسوس کہ اگر وہ ایک نظر غائر خدا کی صفات پر ڈالتے تو ایسا کبھی نہ کہہ سکتے۔ کیونکہ اگر خدا پیدا کرنے کی صفت میں جو اس کی ذات میں قدیم سے ہے انسان کی طرح کسی مادہ کا محتاج ہے تو کیا وجہ کہ وہ اپنی صفت شنوائی اور بینائی وغیرہ میں انسان کی طرح کسی مادہ کا محتاج نہیں۔ انسان بغیر توسط ہوا کے کچھ سُن نہیں سکتا اور بغیر توسط روشنی کے کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ پس کیا پرمیشر بھی ایسی کمزوری اپنے اندر رکھتا ہے؟ اور وہ بھی سُننے اور دیکھنے کے لئے ہوا اور روشنی کا محتاج ہے؟ پس اگر وہ ہوا اور روشنی کا محتاج نہیں تو یقیناً سمجھو کہ وہ صفت پیدا کرنے میں بھی کسی مادہ کا محتاج نہیں۔ یہ منطق سراسر جھوٹ ہے کہ خدا اپنی صفات کے اظہار میں کسی مادہ کا محتاج ہے۔ انسانی صفت کا خدا پر قیاس کرنا کہ

نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی - اور انسانی کمزوریوں کو خدا پر جمانا بڑی غلطی ہے - انسان کی ہستی محدود اور خدا کی ہستی غیر محدود ہے - پس وہ اپنی ہستی کی قوت سے ایک اور ہستی پیدا کر لیتا ہے - یہی تو خدائی ہے - اور وہ اپنی کسی صفت میں مادہ کا محتاج نہیں ہے ورنہ وہ خدا نہ ہو -'' (صفحہ ۲۰۵)

○

**مجدد اعظم:** ''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے -''
(ایضاً صفحہ ۲۰۶)

○

**مسیح موعود کو پیدا کرنے کی ضرورت:** ''یہی آخری زمانہ اور دنیا کا آخری دور ہے جس کے سر پر مسیح موعود کا ظاہر ہونا کتب الٰہیہ سے ثابت ہے......اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو اس امّت میں سے پیدا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں وعدہ فرمایا تھا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ نبوت کے اوّل اور آخر کے لحاظ سے حضرت موسیٰ سے مشابہ ہوں گے پس وہ مشابہت ایک تو اوّل زمانہ میں تھی جو آنخضرت کا زمانہ تھا......کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ کو خدا نے آخر کار فرعون اور اس کے لشکر پر فتح دی تھی اُسی طرح آنخضرتؐ کو آخر کار ابو جہل پر جو اُس زمانہ کا فرعون تھا اس کے لشکر پر فتح دی......اور آخری زمانہ میں یہ مشابہت ہے کہ خدا تعالیٰ نے مِلّت موسوی کے آخری زمانہ میں ایک ایسا نبی مبعوث فرمایا جو جہاد کا مخالف تھا......بلکہ عفو و درگزر اس کی تعلیم تھی اور وہ ایسے وقت میں آیا تھا جبکہ بنی اسرائیل کی اخلاقی حالتیں بہت بگڑ چکی تھیں......اُن کی سلطنت جاتی رہی تھی......اور وہ حضرت موسیٰؑ سے ٹھیک ٹھیک چودھویں صدی پر ظاہر ہوا تھا......ایسا ہی آنخضرتؐ کے آخری زمانہ میں مسیح ابن مریم کے رنگ اور صفت میں اس راقم کو مبعوث فرمایا - اور میرے زمانہ میں رسم جہاد کو اٹھا دیا - جیسا کہ پہلے سے خبر دی گئی تھی کہ مسیح موعود کے زمانہ میں جہاد کو موقوف کر دیا جائے گا - اسی طرح مجھے عفو اور درگزر کی تعلیم دی گئی - اور میں ایسے وقت میں آیا جبکہ اندرونی حالت......خراب ہو چکی تھی اور روحانیت گم ہو کر صرف رسوم اور رسم پرستی اُن میں باقی رہ گئی تھی -'' (ایضاً صفحہ ۲۱۲-۲۱۳)

○

**کفارہ:** ''اور مسیح کا اپنی امّت کی نجات کے لئے مصلوب ہونا اور امت کا گناہ اُن پر ڈالے جانا ایک ایسا مہمل عقیدہ ہے جو عقل سے ہزاروں کوس دُور ہے خدا کی صفات عدل اور انصاف سے یہ بہت بعید ہے کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کسی دوسرے کو دی جائے - غرض یہ عقیدہ غلطیوں کا ایک مجموعہ ہے......'' (ایضاً صفحہ ۲۳۶)

# حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء ضلع سیالکوٹ کی فہرست مندرجہ انجام آتھم

**حضرت شیخ علی بن حمزہ بن علی ملک الطوسی کی کتاب جواہر الاسرار میں**

**مندرجہ حدیث ظہور مہدیؑ از قریہ کدعہ و ۳۱۳ رفقاء کی پیشگوئی**

**ضلع سیالکوٹ کے رفقاء کی فہرست مندرج ذیل ہے**

| نمبر شمار | نمبر انجام آتھم | اسماء گرامی | نمبر شمار | نمبر انجام آتھم | اسماء گرامی |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۶ | مولوی قطب الدین صاحب بدوملہی سیالکوٹ | ۱۲ | ۲۰۹ | منشی روشن دین صاحب ڈنڈوت (اصل وطن ضلع سیالکوٹ) |
| ۲ | ۱۲ | مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹ | ۱۳ | ۲۲۴ | منشی عطا محمد صاحب سیالکوٹ |
| ۳ | ۱۳ | سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹ | ۱۴ | ۲۲۵ | شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹ |
| ۴ | ۳۷ | شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم سابق لیس دفعدار رسالہ ۱۲ ر چھاؤنی سیالکوٹ | ۱۵ | ۲۲۶ | سید خصیلت علی شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر ڈنگہ |
| ۵ | ۳۸ | مولوی مبارک علی صاحب امام | ۱۶ | ۲۲۸ | سید احمد علی شاہ صاحب سیالکوٹ |
| ۶ | ۶۹ | میاں کریم الدین صاحب مدرس قلعہ سوبھا سنگھ (سابق ضلع سیالکوٹ) | ۱۷ | ۲۲۹ | ماسٹر غلام محمد صاحب سیالکوٹ |
| ۷ | ۷۹ | سید امیر علی شاہ صاحب سارجنٹ سیالکوٹ | ۱۸ | ۲۳۰ | حکیم محمد دین صاحب سیالکوٹ |
| ۸ | ۸۱ | میاں شادی خاں صاحب سیالکوٹ | ۱۹ | ۲۳۱ | میاں غلام محی الدین صاحب سیالکوٹ |
| ۹ | ۹۳ | سید محمود شاہ صاحب مرحوم سیالکوٹ | ۲۰ | ۲۳۲ | میاں عبدالعزیز صاحب سیالکوٹ |
| ۱۰ | ۱۴۹ | میاں غلام محمد صاحب سیالکوٹ | ۲۱ | ۲۳۳ | منشی محمد دین صاحب سیالکوٹ |
| ۱۱ | ۱۸۰ | میاں عبدالصمد صاحب نارووال (سابق ضلع سیالکوٹ) | ۲۲ | ۲۷۲ | میاں عطا محمد صاحب سیالکوٹ |

# سیالکوٹ۔اپنی تاریخ کے آئینہ میں

## دین حق کی طرف رجوع رکھنے والا مردم خیز خطہ

از: طارق محمود صاحب سیالکوٹی وخواجہ ظفر احمد صاحب سیالکوٹ

سیالکوٹ اور اس کے گردونواح کا علاقہ متنوع خصوصیات کا حامل ہونے کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔جماعت احمدیہ کی تاریخ میں سیالکوٹ بشمول گجرات، گوجرانوالہ اور جہلم دینی سرشت رکھنے والی سرزمین ہے۔جنہیں مسیح دوراں کی قدم بوسی کی سعادت ملی اور دین حق سے محبت والے فدائی پیدا ہوئے۔

سیالکوٹ ایک قدیمی تہذیب ہے۔جس کے آثار تین ہزار سے پانچ ہزار سال قبل پائے جاتے ہیں۔مہابھارت میں لکھا ہے کہ راجہ شل یا سلا نے اسے بسایا۔اسے کشمیر سے آنے والے نالہ ''ایک'' کے کنارے آباد کیا گیا۔نظم ونسق اور دفاعی ضروریات کے لئے ایک مضبوط فصیل کا قلعہ بھی بنایا گیا۔ہندوؤں کی پرانی کتب میں کئی اشلوک بھی اس کی عظمت وشان میں لکھے گئے ہیں۔مختلف زمانوں میں صوفیاء وعارفین بھی یہاں کی زینت رہے۔

ایک خیال کے مطابق مہاراجہ اشوک کے بعد جب موریہ خاندان زوال پذیر ہوا تو یونانیوں نے یہاں قدم جمائے۔اور ٹیکسلا کے ساتھ ساتھ سیالکوٹ بھی یونانیوں کا مرکز رہا۔راجہ بکرماجیت کے زمانہ میں راجہ سالباھن اس علاقہ پر مسلط رہا۔اس کا زمانہ ۵۶ ق م کا ہے۔اس دور میں یہاں کے باسی بہت خوش حال تھے۔راجہ رسالو اور راجہ میگواہن کے دور میں امن اور خوشحالی رہی راجہ پرورسین اور راجہ رنادت کے زمانہ میں بھی یہ علاقہ تجارتی اور صنعتی مرکز رہا۔دامن کشمیر میں آباد یہ علاقہ بیرونی حملہ آوروں کے لئے باعث کشش رہا۔غزنوی، غوری حملوں اور پٹھانوں کے ہندوستان کی تہذیب وتمدن کے تغیرات اور اثرات اس خطہ بھی میں پڑتے رہے۔غزنوی حملوں کے دوران ہزاروں عسکری سیالکوٹ اور اس کے گردونواح میں آباد ہوئے جنہوں نے مقامی لوگوں سے تعلقات قائم کئے۔شادیاں کیں۔اور اسی علاقے کو اپنا وطن بنایا۔مغلیہ دور حکومت نے بھی اپنے گہرے اثر چھوڑے اور علمی اور تمدنی لحاظ سے اس علاقہ میں بہت ترقی ہوئی۔گھریلو حرفت اور تجارت میں بھی اس علاقہ نے کافی شہرت حاصل کی۔مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر نے ۱۵۲۶ء میں ہندوستان میں قدم جمائے تو سیالکوٹ کے علاقہ (کلووال) میں پٹھان سرداروں سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی تھی۔بابر کے جانشینوں نے دلی کے بعد کشمیر اور پھر اس علاقہ پر خاص توجہ دی۔دریائے چناب کے اس پار جلال الدین محمد اکبر نے گجرات شہر بسایا جو وادی کشمیر میں جانے کے لئے گزرگاہ تھا۔

سیالکوٹ کی ایک اور خصوصیت یہاں کی دانشگاہ ملا عبدالحکیم تھی جس کا علمی معیار بہت بلند تھا۔اس کی بنیاد ملا عبدالحکیم نے

رکھی جس میں طلباء کی رہائش اور خوراک کا انتظام تھا۔ شہنشاہ جہانگیر نے اس ادارے کی گرانقدر امداد کی۔ کئی گاؤں اس کو عطیہ کے طور پر دیئے گئے۔ مختصر یہ کہ مغلیہ دور حکومت میں سیالکوٹ نے علمی، تہذیبی اور معاشی لحاظ سے کافی ترقی کی۔ چونکہ سیالکوٹ پر مغلوں کے زیر نگین پٹھان سرداروں کی مضبوط گرفت تھی اس لئے پنجاب میں سکھ سردار غالب نہ آ سکے۔ البتہ انگریزی دور حکومت سے قبل بھنگی سکھوں کا زور ہوا۔ اور انگریزوں کے پنجاب پر قبضہ تک ظلم و ستم کا دور دورہ رہا۔

۱۸۴۹ء میں سیالکوٹ پر انگریزی تسلط کے دو سال بعد انگریز چیف کمشنر لارڈ لارنس سیالکوٹ آیا اور چھاؤنی کی بنیاد رکھی۔ جو ۱۸۵۳ء کو تکمیل پذیر ہوئی۔ انہی ایام میں سیالکوٹ میں گرجوں کی تعمیر کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ پہلا گرجا سرکلر روڈ پر بنایا گیا۔ کانونٹ سکول کے قیام کا مقصد بھی عیسائیت کی اشاعت کو فروغ دینا تھا۔

سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کی سیالکوٹ میں آمد کا تفصیلی تذکرہ دیگر مضامین میں آ چکا ہے تاہم اجمالاً یہاں یہ بتانا ضروری ہوگا کہ ماموریت سے قبل آپ ۱۸۶۴ء میں سیالکوٹ تشریف لائے تھے۔ دوسری بار ۱۸۷۷ء میں تشریف لائے اور تیسری بار ۱۸۹۲ء میں اس سرزمین کو آپ کی قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ جبکہ آپ نے ۱۹۰۴ء میں لیکچر سیالکوٹ کی تقریب میں یہ مبارک سفر اختیار فرمایا۔

## سیالکوٹ۔ ارشادات عالیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سیالکوٹ۔ گجرات۔ گوجرانوالہ اور جہلم کے اضلاع کی سرزمین اپنے اندر نیک سرشت کی خاصیت رکھتی ہے۔ ان اضلاع میں بہت لوگوں نے حق کی طرف رجوع کیا ہے اور کثرت سے مرید ہوئے ہیں۔ ان میں تبلیغ کے خاص ذرائع پیدا کرنے چاہئیں۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۲۴)

سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ آپؑ اس خیال سے کہ والد صاحب کی نظروں سے علیحدہ ہو جاؤں تو شاید وہ مجھے دنیا کے کاموں میں پھنسانے کا خیال جانے دیں۔ قادیان سے سیالکوٹ چلے گئے ...... اس جگہ آپ کو پہلی دفعہ اس بات کا علم ہوا کہ اسلام نہایت نازک حالت میں ہے اور دوسرے مذاہب کے لوگ اسے کھانے کے درپے ہیں اور اس کا ذریعہ یہ ہوا کہ سیالکوٹ میں پادریوں کا بڑا مرکز تھا وہ بازاروں اور کوچوں میں روزانہ اپنے مذہب کی اشاعت کرتے اور اسلام کے خلاف لوگوں کے دلوں میں شکوک ڈالتے تھے اور آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے کہ کوئی شخص ان کا مقابلہ نہیں کرتا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگ سمجھتے تھے کہ مسیحیت گورنمنٹ کا مذہب ہے اور ڈرتے تھے کہ اس کا مقابلہ کریں گے تو نقصان پہنچے گا اور سوائے شاذ و نادر کے اکثر علماء پادریوں کی باتوں کا ردّ کرنے سے خوف کھاتے تھے اور جو مقابلہ بھی کرتے وہ ان کے حملوں کے آگے مغلوب ہو جاتے کیونکہ قرآن کریم کا علم ہی ان کو حاصل نہ تھا اس حالت کو دیکھ کر آپؑ نے پادریوں کا مقابلہ کرنے پر کمر ہمت باندھ لی اور خوب زور سے ان سے بحث و مباحثہ شروع کیا اور پھر اس مقابلہ کے دروازے کو آریوں اور دیگر اقوام کے واسطے بھی وسیع کر دیا۔ (انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۵۷۴-۵۷۵)

# سیالکوٹ میں عیسائیت کا اثر ونفوذ

از: مرزا خلیل احمد قمر صاحب

ہندوستان میں انیسویں صدی کے آغاز میں ایک طرف مسلمان عوام اندرونی خلفشار کا شکار تھے اور زوال دوسری طرف یورپین اقوام بشمول انگریز تاجروں کے لبادہ میں ہندوستان میں داخل ہو چکے تھے اور اپنے پاؤں مضبوط کرنے کی فکر میں تھے۔ انگریز نے دو طریق پر اپنے کام کا آغاز کیا ایک مسلمان حکمرانوں کے خلاف خفیہ سازشیں تیار کیں دوسری طرف عیسائیت کی اشاعت کے لئے مشنری اداروں کا جال پھیلا دیا۔

اسی دور عیسائیت کے مشہور مناد جان ہنری بیروز نے اپنے عزائم کا اظہار یوں کیا۔

''اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روزافزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضوافگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورت حال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا کہ جب قاہرہ و دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتی کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر وہاں اس حق وصداقت کی منادی کی جائے گی کہ ''ابدی زندگی یہ ہے کہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں۔ جسے تو نے بھیجا ہے۔'' (بیروز لیکچرز صفحہ ۴۲)

نتیجۂ چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ آگرہ کی جامع شاہی مسجد کے خطیب مولانا عماد الدین سے پادری عماد الدین بن گئے اور یہی پادری عماد الدین مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے میدان میں عمل میں آ گئے۔ ان مشنری سرگرمیوں کا اندازہ اس خط سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے شکاگو کانفرنس میں ۱۸۹۳ء کو لکھا تھا۔

''۱۸۰۰ء میں جب ولیم کیری صاحب نے آ کر ملک بنگال کے ایک حصہ میں کام شروع کیا اس وقت سے بہت آہستہ آہستہ مسیحی دین کا چرچا تمام ہندوستان میں پھیلا ہے اور پنجاب میں قریب ۴۵ برس سے خدا کا دین آیا ہے...... اب ہم مسیحی خدا پر بھروسہ کر کے کہتے ہیں کہ کسی وقت یہ ملک انگلستان کی مانند ہونے والا ہے۔ ہمارے مخالف ہندو مسلمان دیانندی نیچری وغیرہ اگرچہ کیسا ہی زور دکھلاویں اور زبان درازیاں کریں۔ وقت جلد آتا ہے کہ یہ ندارد ہوں گے صرف مسیحی دین داری یہاں ہوگی یا شرارت نفسانی کے لوگ ملیں گے کیونکہ ایسی حالت کی طرف رخ کر لیا ہے اور پیچھے یوں ہی ہوتا آیا ہے اور تعلیمات کے نتائج یہی ہیں۔

(خط شکاگو مرقومہ پادری عمادالدین ''لاہز'' ۸رفروری ۱۸۹۳ء مطبوعہ نیشنل پریس امرتسر ۱۸۹۳ء)

آخر مسلمانوں کے لئے وہ بُرا دن بھی آ گیا جب سلطنت مغلیہ اپنے اختتام کو پہنچی اور برصغیر پاک و ہند میں برطانوی عمل داری کا جھنڈا الہرانے لگا تو مسٹر مینگلس نے برطانوی پارلیمنٹ میں ہندوستان میں برطانوی اقتدار اور عیسائیت کے فروغ کی خبران الفاظ میں دی۔

''خداوند نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیرنگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیئے اور اس میں کسی طرح تساہل نہیں کرنا چاہیئے۔''

(علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے صفحہ ۲۵-۲۶ مصنفہ مولانا سید محمد میاں ناظم جمعیت اسلامی ہند)

پنجاب کے دوسرے گورنر سر رابرٹ منٹگمری نے پنجاب کے مختلف حصوں میں پندرہ گرجا گھر سرکاری خرچ پر تعمیر کرنے کی منظوری دی اور اگلے گورنر پنجاب لارڈ لارنس نے ایک موقعہ پر کہا۔

''کوئی چیز بھی ہماری سلطنت کے استحکام کا اس امر سے زیادہ موجب نہیں ہوسکتی کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلاویں'' (لارڈ لارنس لائف جلد۲ صفحہ ۳۱۳)

ہندوستان کو عیسائیت کے عالمگیر غلبہ کی مہم میں جو مقام حاصل تھا اس کا ذکر مشنری رابرٹ کلارک نے اپنی سکیم کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

''پنجاب کی سرحدی لائن سے اور اسے اپنے کام کی بنیاد بنا کر عیسائیت ان مقامات تک پھیل سکتی ہے جہاں ابھی اس کا نام تک نہیں پہنچا۔ وسط ایشیا میں عیسائیت کے تبلیغی کام کے لئے پنجاب ایک قدرتی بنیاد معلوم ہوتا ہے۔''

(دی مشن صفحہ ۲۴۵ از رابرٹ کلارک مطبوعہ لندن ۱۹۰۴ء)

چرچ آف انگلینڈ نے ۲۰ رجون ۱۸۵۱ء کو ان مشنریوں کو جو پنجاب میں کام کر رہے تھے۔ لکھا کہ ''پنجاب کی زمین ہموار ہے ڈٹے رہو'' (تاریخ کلیسائے پاکستان صفحہ ۱۴۳ از پادری اسلم برکت لاہور ڈیوس بک شاپ انارکلی لاہور ۱۹۹۳ء)

پنجاب میں سب سے پہلے لدھیانہ میں عیسائی مشن قائم ہوا اور اس کے بعد ۱۸۵۶ء میں فوجی افسروں کی درخواست پر سکاچ مشن نے پنجاب کا رخ کیا جہاں دس سال کے اندر سیالکوٹ کو مرکز بنا کر گردونواح کے پچاس میل کے دائرہ کے شہروں قصبوں میں سکول یتیم خانے اور ڈسپنسریاں قائم کر دی گئیں اور گردوپیش کے دیہات میں عیسائیت کی تبلیغ کی جانے لگی۔

**سیالکوٹ مشن کی تاریخ:** سیالکوٹ مشن کا آغاز پادری اینڈریو گورڈن کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا۔ جب جی ڈبلیو سکاٹ



افغانستان سے رہائی پا کر جولائی ۱۸۵۶ء میں سیالکوٹ پہنچ گیا۔ اور پادری اینڈریو گورڈن اور پادری ایشع سوفٹ ۱۸۵۶ء میں کام میں مدد دینے لگ گیا۔ اسی سال پادری افرا ہیم ایچ سیٹونسن اور پادری آر۔ اے ہل سیالکوٹ آ گئے۔ سٹیونس نے غیر مسیحیوں کے لئے سکول جاری کیا۔ اس کے ساتھ یہاں ایک یتیم خانہ کھول دیا اور مس ایلزبتھ گورڈن اس کی نگران مقرر کی گئی۔ ان دنوں شہر میں بخار کے عارضہ سے اموات کثرت سے ہوئی تھیں۔ ۱۸۵۷ء میں ۲۲ بچے یتیم خانے میں داخل ہوئے۔

۲۵/اکتوبر ۱۸۵۷ء کے روز ایک تعلیم یافتہ ہندو رام بھجن اور ایک چوہڑہ اور چوہڑی کا اکٹھا بپتسمہ ہوا۔ مئی ۱۸۵۸ء میں کلیسا کا نام بدل کر یونائیٹڈ برسبیٹرین چرچ آف نارتھ امریکہ رکھا۔ ۱۸۵۷ء کے فسادات میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے جو بچے یتیم ہو گئے یا جن کے والدین کو فسادات میں حصہ لینے کی بناء پر لمبی سزائیں ہوئی تھیں ان کے بچوں کو یتیم خانوں میں داخل کر لیا گیا تھا۔ جہاں سے وہ عیسائی بن کر نکلے۔

ظفروال کے قریب نواں پنڈ میں میگھوں کے ۲۵ خاندان سکاٹ کی کوششوں سے نومبر ۱۸۶۶ء میں عیسائی ہو گئے۔

(صلیب کے علمبردار از پادری برکت اللہ ایم اے ملخص صفحہ ۱۴۴۔۱۵۱)

نارووال میں پادری بیٹمن کے ذریعہ وارث علی بپتسمہ لے کر پادری وارث مسیح بن گیا اور لالہ دینا ناتھ ہندو سے عیسائی ہوئے دونوں بعد میں اس علاقہ میں عیسائیت کو فروغ دینے کا باعث بنے۔

(خداوند کے نورتن مولفہ پادری ٹھاکر داس صفحہ ۱۳ وصفحہ ۴۲)

<u>سیالکوٹ گزیٹر</u>: اس علاقہ کے باشندے چرچ مشنوں کے سب سے زیادہ شکار ہوئے۔ امپیریل گزیٹر آف انڈیا جلد ۲ صفحہ ۷۹ کے مطابق Sialkot has the largest number of Native christains یعنی ''سیالکوٹ کے مقامی باشندے باقی علاقوں کی نسبت سب سے زیادہ عیسائیت میں داخل ہوئے۔''

گزیٹر میں درج شدہ تفاصیل کے مطابق American United Presbyterion Mission جو ۱۸۵۵ء میں سیالکوٹ میں قائم ہوا۔ ایک Theoalogical seminary ۔ ایک کرسچن ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ ایک زنانہ ہسپتال اور ایک اینگلو ورینکلر ہائی سکول کی امداد کرتا ہے۔

چرچ آف سکاٹ لینڈ سیالکوٹ میں دو یورپین مشنز چلا رہا ہے (قائم شدہ ۱۸۵۷ء) یہی مشن ڈسکہ میں بھی کام کر رہا ہے۔ زنانہ مشن اس کے علاوہ ہے چرچ آف انگلینڈ نارووال ۱۸۵۹ء میں قائم ہوا اور اسی جگہ زنانہ مشن کا قیام ۱۸۸۴ء میں عمل میں آیا تھا۔ رومن کیتھولکس جو تین مقامات پر قائم ہے۔ ۱۸۸۹ء میں میدان میں داخل ہوا۔''

تاریخ بشارت الہند کے حوالے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۸۵۶ء سے ۱۰ سال یعنی ۱۸۶۶ء تک عیسائی مشنز سیالکوٹ میں اپنی جڑیں مضبوط کر چکے تھے۔



...رسیوں پر بیٹھے ہو...
...ر عامہ، مکرم عبدالستار...
...مدیہ، مکرم جلال الدین...
...الحمید گوندل صاحب سیکر...
...حب ایڈووکیٹ سیکرٹری

بیت المبارک



مجلس عاملہ جماعت احمدیہ سیالکوٹ (۲۰۰۴)



رسیوں پر بیٹھے ہوئے (دائیں سے بائیں) مکرم عبدالحمید خان صاحب سیکرٹری تحریک جدید، مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب ممبر مجلس عاملہ، مکرم فخرالحق صاحب سیکرٹری
رعامہ، مکرم عبدالستار صاحب سیکرٹری مال، مکرم خواجہ ظفر احمد صاحب امیر مقامی و ضلع سیالکوٹ، مکرم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب سیکرٹری تعلیم، مکرم عبدالنور سلمان، قائد خدام
مدیہ، مکرم جلال الدین شاد صاحب محاسب و ناظم انصاراللہ ضلع سیالکوٹ **کھڑے ہوئے** (دائیں سے بائیں) مکرم سفیر احمد صاحب امین، مکرم محمد آصف صاحب ممبر، مکرم
الحمید گوندل صاحب سیکرٹری اصلاح وارشاد و زعیم اعلیٰ انصاراللہ شہر، مکرم منیر احمد بٹ صاحب سیکرٹری ضیافت، مکرم انیل احمد صاحب سیکرٹری وقف جدید، مکرم خواجہ اقبال احمد
حب ایڈووکیٹ سیکرٹری جائیداد، مکرم مرزا مبشر احمد صاحب سیکرٹری دعوت الی اللہ، مکرم رفیع احمد گوندل صاحب سیکرٹری وقف نو، مکرم بابو طفیل احمد صاحب قریشی ممبر مجلس عاملہ